انوار الفرقان
شرح
جمال القرآن

افادات
شیخ القراء والمجودین حضرت
قاری سید حسن شاہ بخاری صاحب

مرتبہ
استاذ القراء حضرت
قاری محمد رمضان صاحب زید مجدہ

قراءت اکیڈمی
لاھور

انوار الفرقان

شرح

جمال القرآن

افادات

مرتب

قاری محمد رمضان صاحب

قراءت اکیڈمی

Ph: 042 - 7122423

0300 - 4745810

0333 - 4745810

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب ... انوار الفرقان شرح جمال القرآن

افادات .. شیخ القراء حضرت قاری سید حسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب ... استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد رمضان صاحب زید مجدہ

صفحات ... ---

ناشر و طابع ... قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء و آلہ و صحبہ نجوم الہدیٰ ۔ اما بعد!

تجوید کی ابتدائی کتاب "جمال القرآن" مدارس تجویدیہ کے نصاب میں شامل ہے اس لئے مختلف فن تجوید وقراءات نے اس کی تشریح وتوضیح کی۔ مختلف حواشی اور شروحات تحریر فرمائیں۔ چنانچہ شیخ التجوید والقراءت حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ نے "حواشی جدیدہ" کے نام سے نہایت ہی مفید حواشی لکھے۔ شیخ القراء حضرت قاری محمد شریف صاحب نوراللہ مرقدہ نے "ایضاح البیان" کے نام سے نہایت عام فہم حواشی تحریر فرمائے اور شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی دامت برکاتہم العالیہ نے "کمال الفرقان" کے نام سے مفصل شرح تحریر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ تمام کو ہر دو مشائخ فن کی جملہ خدمات کو قبول ومنظور فرمائے۔ آمین۔

احقر نے یہ بات محسوس کرتے ہوئے کہ طلبہ کرام اپنے متعلقہ استاد محترم کی درسی تقریر سے بہت زیادہ مانوس ہوتے ہیں اور ان سے زیادہ مستفید ہونے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے احقر نے حضرت قاری صاحب جمل الجزریہ مع... کے صاحبزادوں کی اجازت سے اور حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ کرام کے مشورہ سے حضرت قاری صاحب قدس سرہ کے علمی اور درسی افادات کو مرتب کر کے "انوار الفرقان شرح جمال القرآن" کو مرتب کیا ہے یہ شرح نہایت آسان اور عام فہم انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ جمال القرآن کے متن پر تبصرہ کرتے ہوئے اس سے متعلق حضرت الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درسی افادات اور دیگر مشائخ فن تجوید وقراءت کے مفید فوائد، تحقیقات اور جواہر سے ارباب ذوق کے لئے علمی مواد اکٹھا کیا ہے اور مختلف ... کے مفردات کا مجموعہ اور حسین گلدستہ پیش کیا ہے۔ امید ہے کہ "انوار الفرقان شرح جمال القرآن" سے مبتدی حضرات اور ہر طبقے کے قراء کرام یکساں طور پر مستفید ہوتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو شرف قبولیت مرحمت فرمائے اور اس کے نفع کو عام وتام فرمائے۔ آمین۔

استاذ القراء شیخ التجوید حضرت قاری

سید حسن شاہ بخاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ

کے مختصر حالات زندگی

واجب الاحترام حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی اور اسم گرامی سید حسن شاہ صاحب بخاری ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید عالم شاہ صاحب بخاری ہے۔

حضرت قاری صاحب کی ولادت باسعادت یکم اکتوبر ۱۹۲۷ء کو بمقام "داتہ" تحصیل و ضلع مانسہرہ میں ہوئی۔ یاد رہے کہ بمقام داتہ شہر مانسہرہ سے تقریباً ساڑھے چھ میل پیچھے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتداءً سکول کی تعلیم حاصل کی۔ دوران تعلیم آپ کے والد ماجد نے فرمایا "بیٹا! ہم حضور سرکار دو عالم ﷺ کی اولاد ہیں۔ اس نسبت سے ہم قرآن مجید اور دین متین کے وارث ہیں لہٰذا تم اسکول کی تعلیم موقوف کر کے دین اور اسلام کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دو۔"

چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹۴۰ء میں دینی تعلیم کے حصول کے لئے لاہور تشریف لائے اور جامعہ فتحیہ اچھرہ میں ابتدائی کتب عربیہ کی تعلیم شروع کی۔ پھر جہلم تشریف لے گئے۔ کچھ دینی کتابیں وہاں پڑھیں۔ اس کے بعد سرگودھا تشریف لے گئے۔ کچھ دینی کتابیں وہاں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ دوبارہ لاہور تشریف لائے اور درس نظامی کی تکمیل کے بعد ۱۹۵۳ء میں آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورۂ حدیث شریف مکمل کر کے باقاعدہ سند فراغت حاصل کی۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چونکہ قرآن مجید حفظ کرنے کا بہت شوق تھا اس لئے درس نظامی کے ساتھ ساتھ آپ نے جناں والی مسجد مکن پورہ اچھرہ لاہور میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقریباً چھ ماہ میں آپ نے قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا تھا۔ دورۂ حدیث شریف کے بعد استاذ العلماء

فرائض سر انجام دیتے رہے۔ پھر آپ ۱۹۹۰ء میں پاکستان سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ۱۹۹۳ء تک مسجد نبوی ﷺ میں قرآن مجید کی خدمت میں مشغول رہے۔ مورخہ ۲۴ اپریل بروز ہفتہ ۱۹۹۳ء المطابق ۲ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ کو قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ○

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اہلیہ محترمہ الحمدللہ بصحت و عافیت حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ اُستانی صاحبہ دامت برکاتہا العالیہ کا سایہ عاطفت تادیر بچوں اور بچیوں کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

الحمدللہ حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تمام اولاد بہت خوبیوں اور صلاحیتوں کی مالک ہے۔

سب سے بڑے صاحبزادے استاذ القراء محترم حضرت مولانا قاری سید منظور الحسن شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم العالیہ جو اس وقت برطانیہ لندن میں مقیم ہیں اور مرکزی تبلیغی جامع مسجد میں انگلش میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہیں۔ ماشاء اللہ استاذ القراء حضرت مولانا قاری سید منظور الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی (۱) حافظ قرآن ہیں (۲) قاری بروایت حفص ہیں (۳) فاضل درس نظامی از جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں (۴) فاضل قراءات سبعہ متواترہ ہیں (۵) فاضل قراءات عشرہ الکبریٰ للعشر ہیں (۶) ایم۔ اے اسلامیات ہیں (۷) بین الاقوامی شہرت یافتہ ہیں (۸) بیرون ملک پاکستان کی نمائندگی کا شرف بھی حاصل کر چکے ہیں۔ آپ بفضل اللہ تعالیٰ ذوق سلیم اور فن تجوید و قراءت میں صحیح معنی میں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین ہیں۔ آپ کی تلاوت سے سامعین نہ صرف محظوظ بلکہ مسحور ہو جاتے ہیں اور آپ نے بہت سے مقابلوں میں اوّل پوزیشنیں بھی حاصل کیں۔

حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دوسرے صاحبزادے محترم حضرت مولانا قاری سید مسعود الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی ہیں جو ماشاء اللہ بے شمار خوبیوں کے مالک ہیں نیز آپ (۱) حافظ قرآن ہیں (۲) قاری بروایت حفص ہیں (۳) فاضل درس نظامی از جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں (۴) فاضل قراءات سبعہ متواترہ و قراءات ثلاثہ الکبریٰ للعشر ہیں (۵) دنیاوی تعلیم سے بھی آراستہ ہیں۔ حضرت قاری صاحب طیب اللہ ثراہ کے

تیسرے صاحبزادے فخر القراء محترم قاری سید محمود الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی ہیں جن کو حضرت شیخ قدس سرہ نے بڑی محنت سے فن تجوید و قرآءت کی خدمت کے لئے تیار کیا۔ آپ ماشاء اللہ حافظ قرآن مجید ہیں نیز قاری بروایت حفص ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر قرآءات سبعہ متواترہ بھی ہیں۔ آپ نے بے شمار مقابلوں میں اول پوزیشن حاصل کی۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ ہیں۔ آپ کی تلاوت بہت عمدہ و مجود ہے۔ آپ اس وقت لندن میں مقیم ہیں تجوید و قرآءات اکیڈمی کے ذریعے بے شمار لوگوں کو فن تجوید و قرآءات سے مستفید فرما رہے ہیں نیز آپ فن تجوید و قراءات پر پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید کامیابیوں اور ترقیات سے ہمکنار فرمائے۔ آمین۔

حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ کے چوتھے صاحبزادے عزیزم نجم القراء قاری سید ابو الحسن شاہ صاحب بخاری سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ بھی ماشاء اللہ حافظ قرآن مجید ہیں نیز قاری بروایت حفص ہیں۔ آپ کی تلاوت میں حلاوت اور شیرینی ہے۔ آپ دنیاوی تعلیم سے بھی آراستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقیات سے نوازے۔ آمین۔

حضرت قاری صاحب طاب اللہ ثراہ کے پانچویں صاحبزادے فخر القراء عزیزم جناب قاری سید انوار الحسن شاہ صاحب بخاری زادہ اللہ مجدہ ہیں جو ماشاء اللہ صحیح معنی میں حضرت شیخ کے خلف الرشید ہیں۔ ملک بھر کی محافل قرآءات میں مدعو کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن صورت، حسن لہجہ اور حسن تجوید کی نعمتوں سے مزین فرمایا ہے۔ آپ کی تلاوت روحانیت سے بھرپور ہوتی ہے نیز آپ کی تلاوت سامعین کو محظوظ و مسحور کر دیتی ہیں۔ آپ نے دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔

اللہ تعالیٰ عزیزم قاری سید انوار الحسن شاہ صاحب بخاری سلمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔ اور قرآءات سبعہ متواترہ و عشرہ کبریٰ کی تکمیل کرنے کے بعد مستقل فن تجوید و قرآءات کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

از قلم: قاری محمد رمضان صاحب استاذ شعبہ تجوید و قرآءت جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
خطیب جامع مسجد قدسی متصل تھانہ گرین ٹاؤن لاہور۔

تقاریظ - از استاذ القراء محترم قاری سید منظور الحسن شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم - خطیب مرکزی تبلیغی جامع مسجد ذریعہ ٹنڈن - محترم مولانا قاری سید مسعود الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ - فخر القراء محترم قاری سید محمود الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ استاذ قراءت اکیڈمی برمنگھم انگلینڈ - محترم قاری سید ریحان الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ زینبیہ لاہور - فخر القراء محترم قاری سید انوار الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ - زینبیہ لاہور۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ نُجُوْمِ الْھُدٰی - اَمَّا بَعْدُ

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مؤلف رسالہ "جمال القرآن" کو برصغیر پاک و ہند میں جو مقبولیت عامہ حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رسالہ مدارس تجوید و قراءات میں ہمیشہ شامل نصاب رہا ہے اور اساتذہ فن نے اس کی تشریح و توضیح کے لئے مختلف حواشی اور شروح تحریر فرمائیں۔ چنانچہ شیخ القراء حضرت قاری محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ نے "ایضاح البیان" کے نام سے نہایت عام فہم حواشی تحریر فرمائے۔ استاذ القراء ماہر فن جناب مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی مدظلہ نے "کمال الفرقان" کے نام سے مفصل شرح تصنیف فرمائی اور "حواشی جدیدہ" کے نام سے شیخ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت مفید حواشی لکھے۔

"انوار الفرقان شرح جمال القرآن" مؤلفہ برادرم جناب مولانا قاری محمد رمضان صاحب زید مجدہ شیخ التجوید والقراءات جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور بھی اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی ہے۔ ماشاء اللہ شرح ھذا کا انداز بیان نہایت سادہ اور آسان ہے اور شاید ہی کوئی ایسی جگہ ہو جو لائق تشریح ہو اور اس کی تشریح و توضیح نہ کی گئی ہو۔

شرح ھذا طلباء و اساتذہ دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ بالخصوص تجوید کے مبتدی اساتذہ تو اس سے خوب استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ہر قاعدہ سے متعلق تشریح و توضیح کے ساتھ ساتھ اس کے پڑھانے کا طریقہ بھی آ گیا ہے۔ "انوار الفرقان شرح جمال القرآن" درحقیقت شیخ القراء استاذ الاساتذہ حضرت قبلہ والد ماجد صاحب نور اللہ مرقدہ کے درسی افادات ہیں۔ یہ درسی افادات شیخ القراء استاذ الاساتذہ حضرت قبلہ والد ماجد صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی میں شائع ہو کر منظر عام پر آ جاتی تو بہ یقین شیخ القراء استاذ الاساتذہ حضرت قبلہ والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بے حد مسرور اور خوش ہوتے تاہم حضرت قبلہ والد ماجد صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال مبارک کے بعد بھی ان افادات کو کتابی شکل میں شائع اور مرتب ہونا توفیق ایزدی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو شرف قبولیت مرحمت فرما کر اس کے نفع و فائدہ کو عام و تام فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو طلباء اور تجوید کے معلمین کے لئے نافع و مفید بنائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو شیخ القراء حضرت قبلہ والد ماجد صاحب حبیب القراء و جمیع اکابرین و جملہ مشائخ فن تجوید و قراءات کے لئے اور مرتب کے لئے بطور صدقہ جاریہ قبول و منظور فرمائے۔ آمین۔

قاری سید منظور الحسن شاہ بخاری قاری سید مسعود الحسن شاہ بخاری قاری سید محمود الحسن شاہ بخاری

قاری سید ریاض الحسن شاہ بخاری قاری سید انوار الحسن شاہ بخاری۔

☆ ☆ ☆ ☆

تقریظ - از استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد صدیق لکھنوی صاحب مدظلہ العالی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہٖ و اصحابہٖ و ذریاتہٖ اجمعین ۔ امّا بعد

بنام انوار الفرقان شرح جمال القرآن مرتبہ مکرم قاری محمد رمضان صاحب زادمت برکاتہم کو کئی مقامات سے دیکھا تو قواعد تجوید سلف و خلف کی کتابوں کے مطابق ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ صاحب مرتب نے جملہ مسائل کو نہایت کوشش کے ساتھ عمدہ اور سادہ الفاظ میں ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے اور بعض مقامات پر قواعد تجوید سوال و جواب کی صورت میں تحریر کئے ہیں جس سے مسائل کو یاد کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور جو حواشی تشنہ تھے ان کو بھی پورا کر دیا ہے جس سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انوار الفرقان شرح جمال القرآن طلبہ تجوید کے لئے نافع اور مفید ثابت ہوگا۔ میں اس شرح کی تدوین و تخریج پر دعا کرتا ہوں اللہ رب العزت اپنے فضل و کرم سے شرف قبولیت عطاء فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

محمد صدیق لکھنوی ۱۵ ستمبر ۲۰۰۰ء

☆☆☆☆

ہوئے - عربی کی متوسطات حضرت شیخ الہند اور دیگر اساتذہ کرام سے پڑھیں اور دورۂ حدیث اور دیگر اعلیٰ کتب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی (صاحبزادہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب و خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب) سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد حضرت چودہ برس تک کانپور میں صدر مدرس رہے - اسی زمانہ میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں طویل عرصہ تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی کی خدمت میں بیعت و سلوک کے مراحل طے کئے - تجوید و قراءت کی تعلیم کے حصول کے لئے مدرسہ صولتیہ کے صدر مدرس شیخ عرب و عجم حضرت قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے استفادہ کیا - مشق و ریاض سے اتنی مہارت ہوئی کہ عربی لب و لہجہ اور ادائیگی میں استاذ کے مثیل و مشابہ ہو گئے - جب حضرت قاری صاحب مدرسہ صولتیہ کی بالائی منزل میں حضرت کو مشق کراتے تھے تو نیچے منزل میں سننے والے یہ تمیز نہ کر سکتے تھے کہ اس وقت استاد پڑھ رہا ہے یا شاگرد -

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور ان کے بعد ابو حنیفۂ روزگار حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے فن افتاء میں مہارت بہم پہنچائی - سلوک میں حضرت حاجی صاحب سے منازل تصوف میں حد کمال کو پہنچے اور خلافت سے سرفراز ہوئے -

تصنیف و افادۂ باطنی: قیام کانپور کے زمانہ میں تعلیم و تدریس، وعظ و تبلیغ، افتاء اور افادہ باطنی میں بے شمار علماء اور عام مسلمان آپ سے مستفید ہوئے - چودہ سال قیام کانپور کے بعد یکسانی رابطہ قلبی کے تحت محض **توکلاً علی اللہ** وطن تھانہ بھون تشریف لائے اور اپنے شیخ و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی خانقاہ امدادیہ میں جانشین ہو گئے -

اللہ تعالیٰ نے بے مثال مقبولیت نصیب فرمائی - وعظ و ارشاد، بیعت و سلوک، و تصنیف و تالیف کا اس قدر عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے کہ اس کام کی وسعت کے پیش نظر تنہا ایک ایک خدمت کے لئے ایک مستقل ادارہ کی ضرورت تھی مگر

لیس علی اللہ بمستنکر	اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں
ان یجمع العالم فی واحد	کہ ایک عالم کا کام ایک فرد میں جمع کر دے

چنانچہ ہزار سے اوپر تصانیف کی تعداد ہے- ہزاروں سے متجاوز آپ کے ہاتھوں پر توبہ اور بیعت کرنے والے ہوئے- مختصرًا ہندوستان کا گوشہ گوشہ آپ کے وعظ وارشاد سے معمور ہوا- ہزاروں مسلمانوں کو آپ کے فتاویٰ سے دینی و شرعی رہبری نصیب ہوئی اور سینکڑوں علماء ومشائخ آپ کے خلفاء و مجازین بیعت و سلوک ہوئے-

تصانیف: فقہ' تفسیر' حدیث' تصوف' تجوید' عقائد اور مسلمانوں کی رہبری و راہنمائی میں معاشرتی' تمدنی' سیاسی اور تجارتی موضوعات پر نہایت محققانہ وگراں مایہ تحقیقات واستنباط پر مشتمل ہیں-

سینکڑوں مواعظ قلم بند ہو کر دور و نزدیک کے تمام مسلمانوں میں پھیلے اور ان کی راہنمائی کا سامان ثابت ہوئے- حیرت انگیز کارنامہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنی تصانیف سے کبھی کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں کیا- اجازت عام تھی کہ میری کتابیں جس کا جی چاہے جب چاہے اور جس قدر چاہے چھاپے- حضرت اپنی تصانیف کے حقوق طباعت کو فروخت کرنا شرمانا جائز سمجھتے تھے- اس عام اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت کی تصانیف سے سینکڑوں تاجرین کا بھلا ہوا- نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم لوگوں نے بھی کتابیں شائع کیں اور لاکھوں روپیہ کمایا اور کما رہے ہیں-

آپ تصوف' تفسیر اور فقہ میں امام وقت تھے- ارشاد و سلوک میں نہ صرف عوام کی بلکہ علما کی زبردست راہنمائی فرماتے تھے- آپ کے خلفا میں استاذنا حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کیمبلپوری صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور' حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند' حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور' استاذ العلما حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مشہور مصنف حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندویؒ وغیرہ وغیرہ نہایت ممتاز علما و اکابرین ملت ہوئے ہیں-

---

از قلم شیخ التجوید والقراءت حضرت قاری اظہار احمد صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ- استاذ اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد- ☆ مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور-

﴿مقدمہ﴾ (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

بعد الحمد والصلوٰۃ (۲) یہ چند اوراق ہیں متعلق ضروریات تجوید میں مسمّٰی بہ "جمال القرآن" اور اس کے مضامین کو لقب سے لمعات کیا جائے گا.....

مقدمہ کی تعریف: اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے بطور تمہید جو ابتدائی چیزیں بیان کی جاتی ہیں مثلاً (۱) علم کا نام (۲) علم کی تعریف (۳) موضوع (۴) غرض و غایت (۵) فائدہ و ثمرہ (۶) ارکان (۷) فضیلت (۸) واضع یا مدون (۹) حکم۔ ان کو فارسی میں دیباچہ اور عربی میں مقدمہ کہتے ہیں۔

اس مقدمہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ چیزیں بیان فرمائی ہیں (۱) خطبہ مسنونہ (۲) جمال القرآن کا تعارف (۳) جمال القرآن کی وجہ تالیف (۴) جمال القرآن کا ماخذ (۵) مختصر و مفید ہونے پر حق تعالیٰ کے شکرات ادا کئے گئے ہیں۔

سوال: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا نام جمال القرآن کیوں رکھا ہے؟

جواب: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا نام بہت عمدہ اور موضوع کے عین مطابق رکھا ہے۔ کیونکہ جمال القرآن کا معنی ہے قرآن کا حسن اور تجوید بھی تلاوت قرآن کا حسن و زینت ہے۔ چنانچہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَهُوَ اَیْضًا حِلْیَةُ التِّلَاوَةِ وَزِیْنَةُ الْاَدَاءِ وَالْقِرَاءَةِ (ترجمہ) اور وہ تجوید بھی تلاوت کا زیور اور ادا و قراءت کی زینت ہے۔

سوال: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جمال القرآن کے عنوانات کو بابوں اور فصلوں میں تقسیم کرنے کی بجائے لمعات میں کیوں تقسیم کیا؟

جواب: مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا اس کتاب کے عنوانات کو لمعات میں تقسیم کرنا بہت عمدہ تعبیر ہے اور اس میں کتاب کے نام کے ساتھ مناسبت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ لمعات جمع ہے لمعۃ کی اور لمعہ کے معنی چمک اور روشنی کے آتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے لَمَعَ الْبَرْقُ یعنی بجلی کی چمک اور حسن میں ایک لطیف مناسبت پائی جاتی ہے۔

سوال: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے خاص چودہ لمعات کیوں مقرر کئے؟

(۴) محبی مکرمی مولوی حکیم محمد یوسف صاحب مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر چند کتبِ معتبرہ سے
بالخصوص رسالہ ہدیۃ الوحید[۵] مؤلفہ قاری مولوی عبدالوحید صاحب مدرس اول درجہ قراءت مدرسہ عالیہ
دیوبند سے منتخب کرکے بہت آسان عبارت میں جس کو مبتدی بھی سمجھ لیں لکھا گیا ہے۔ اور کہیں کہیں
قراءت کے دوسرے[۶] رسالوں سے بھی کچھ لکھ گیا ہے وہاں ان رسالوں کا نام لکھ دیا ہے اور کہیں
اپنی یادداشت سے کچھ لکھا ہے وہاں کوئی نشان بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی پس جہاں کسی کتاب کا نام
نہ ہو وہ یا تو ہدیۃ الوحید[۷] کا مضمون ہے (اگر اس میں موجود ہو) ورنہ احقر[۸] کا مضمون ہے۔ وَبِاللّٰہِ
التَّوْفِیْقُ وَھُوَ خَیْرُ عَوْنٍ وَّخَیْرُ رَفِیْقٍ۔ کتبہ اشرف علی تھانوی ازہری حنفی چشتی عفی عنہ

(۵) مشورۂ مفیدہ اول اس رسالہ کو خوب سمجھ کر پڑھا دیں اور ہر شے کی تعریف و مخارج و
صفات وغیرہ خوب یاد کرا دیں اس کے بعد رسالہ تجوید القرآن نظم حفظ کرا دیا جاوے اور اگر فرصت کم ہو تو
رسالہ حق القرآن[۹] یاد کرا دیا جاوے۔ فقط کتبہ اشرف علی عفی عنہ

جواب۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ہر لمعہ سے حاصل ہونے والی علم تجوید کی روشنی کو چاند کی روشنی سے تشبیہ دی ہے۔ جس
جیسے چاند کی روشنی چودھویں رات کو مکمل ہو جاتی ہے اسی طرح علم تجوید کے ضروری مسائل کی روشنی بھی چودھویں لمعہ پر مکمل ہو
جاتی ہے۔ [۴] کتب معتبرہ سے مراد ہدیۃ الوحید، خلاصۃ التجوید، جہد المقل، زبدۃ الفرید، تعلیم الوقف ہیں [۵] نہایت نفیس اور عمدہ
کتاب ہے مولانا قاری عبدالوحید خان صاحب الہ آبادی کی تصنیف ہے۔ آپ کا تاریخی نام سعادت علی خان ہے وفات
ربیع الاول ۱۳۲۹ھ میں ہوئی [۶] یہ وہی رسائل ہیں جو حاشیہ نمبر ۳ میں درج ہو چکے ہیں [۷] مثلاً پہلا لمعہ، تیسرا لمعہ اور مخارج
وغیرہ۔ [۸] (۱) مثلاً پانچویں لمعہ کے آخری چار قاعدے (۲) تیسرے لمعہ میں ہے کہ بعض ناواقفوں نے کہا ہے کہ پہلی صورت
میں بھی سورۂ براءت پر بسم اللہ نہ پڑھے (۳) دسویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۵ میں اخفاء کی تعریف بیچ میں لیں (۴)
گیارھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۱ و ۲ (۵) اسی لمعہ نمبر ۱ کے قاعدہ نمبر ۵ کی تنبیہ دوم [۹] تجوید القرآن اور حق القرآن یہ
دونوں رسائل اردو نظم میں حضرت حکیم الامت ہی کی یادگار ہیں اور ان میں رسالہ تجوید القرآن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بزمانہ
مکہ معظمہ مدرسہ صولتیہ کے بچوں کے لئے نظم فرمایا تھا اور یہ مدرسہ صولتیہ کے نصاب میں داخل رہا ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔

﴿ ① پہلا لمعہ ﴾

② تجوید کہتے ہیں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا اور اس علم کی

---

(۱) حواشی پہلا لمعہ ﴿ پہلے لمعہ کے معنی ہیں: پہلی روشنی پہلے لمعہ کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چاند کی پہلی رات سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی جس طرح چاند کی پہلی رات کو تھوڑی سی روشنی ہوتی ہے اسی طرح مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے لمعہ میں تجوید کی تعریف اور اس کی حقیقت بیان فرما کر تھوڑی سی روشنی مرحمت فرمادی ہے۔

(۲) مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مختصراً تجوید کی تعریف بیان فرمائی ہے اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ کسی علم و فن کے شروع کرنے سے پہلے اس کی تعریف معلوم کر لی جائے۔ اور تجوید کے لغوی معنی ہیں: تَحْسِيْنُ الشَّيْءِ اَلْاِتْيَانُ بِالْجَيِّدِ یعنی کسی کام کے عمدہ کرنے اور سنوارنے کے ہیں۔ تجوید کی جامع تعریف یہ ہے هُوَ اَدَاءُ الْحُرُوْفِ مِنْ مَّخَارِجِهَا الْمُخْتَصَّةِ لَهَا مَعَ جَمِيْعِ صِفَاتِهَا اللَّازِمَةِ وَالْعَارِضَةِ بِسُهُوْلَةٍ وَبِغَيْرِ تَكَلُّفٍ (ترجمہ) حروف کو ان کے مخارج مقررہ سے تمام صفات لازمہ و عارضہ کا لحاظ رکھتے ہوئے آسانی کے ساتھ ادا کرنا۔ یاد رہے کہ جمال القرآن کا موضوع علم تجوید ہے اور علم تجوید کی تعریف یہ ہے هُوَ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ مَّخَارِجِ الْحُرُوْفِ وَصِفَاتِهَا (ترجمہ) علم تجوید وہ علم ہے کہ جس میں حروف کے مخارج اور ان کی صفات سے بحث کی جاتی ہے۔

سوال: علم تجوید کا موضوع کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کا موضوع حروف تہجی اور حروف قرآنیہ ہیں۔ صحیح ادا کے اعتبار سے کیونکہ تجوید میں ان کے عوارض ذاتیہ سے ہی بحث کی جاتی ہے۔

سوال: علم تجوید کی غرض وغایت کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کی غرض وغایت صَوْنُ اللِّسَانِ عَنِ الْخَطَأِ فِيْ اَدَاءِ الْقُرْاٰنِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ كَمَا اُنْزِلَ وَتَحْسِيْنُ الْقِرَاءَةِ [illegible] زبان کو قرآن مجید کی غلط ادائیگی سے بچانا اور نازل شدہ طریقہ کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور تلاوت کو عمدہ بنانا۔

سوال: علم تجوید کا فائدہ و ثمرہ کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کا فائدہ و ثمرہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور دونوں جہان کی سعادت حاصل کرنا۔

سوال: علم تجوید کے ارکان کیا ہیں؟

جواب: علم تجوید کے ارکان چار ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) مخارج (۲) صفات لازمہ (۳) ترکیبی احکام و قواعد مثلاً اخفاء ادغام مدو غیرہ (۴) زبان سے ریاضت و محنت کرنا۔

سوال: علم تجوید کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کی فضیلت یہ ہے کہ یہ علم تمام علوم سے اشرف و افضل ہے کیونکہ اس کا تعلق کلام اللہ سے ہے جو کہ اشرف الکلام ہے۔

سوال: علم تجوید کا حکم کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور فن تجوید میں کمال حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔

سوال: علم تجوید کے مدون کون ہیں؟

جواب: علم تجوید کے مدون ابو عبدالرحمٰن خلیل بن احمد فراہیدی المتوفی ۱۷۰ھ، عمرو بن عثمان قنبر الملقب بہ سیبویہ المتوفی ۱۸۰ھ، محمد بن مستنیر عرف قطرب المتوفی ۲۰۶ھ، یحییٰ بن زیاد فراء المتوفی ۲۰۷ھ، عمر جرمی المتوفی ۲۲۵ھ ہیں۔

سوال: وجوب تجوید کے دلائل کیا ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا یعنی قرآن مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَلتَّرْتِيْلُ هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ یعنی ترتیل نام ہے حروف کو تجوید سے ادا کرنے اور وقف و ابتداء کے محل و طریقے کے جاننے کا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّقْرَءَ الْقُرْاٰنُ كَمَا اُنْزِلَ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اس کو کہ قرآن مجید پڑھا جائے جیسا کہ وہ نازل کیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ (ترجمہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ قرآن پاک کی تلاوت اس حال میں کرتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے جیسے

اور یہ دو قسم پر ہے ایک (۱) یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا جائے جیسے اَلْحَمْدُ کی جگہ
اَلْهَمْدُ پڑھ دیا یا ث کی جگہ س پڑھ دیا یا ح کی جگہ ہ پڑھ دی یا ذ کی جگہ ز پڑھ دی یا ص کی جگہ س

ہیں (۱) لحن جلی یعنی کھلی ظاہر واضح، موٹی بھاری بڑی اور فاش غلطی جس کا عام لوگ بھی [illegible] ادراک کر لیں
جیسے اِیَّاکَ کی بجائے اِبَاکَ پڑھ دیا وغیرہ تو سب لوگوں کو اس غلطی کا علم ہو جائے گا (۲) لحن خفی یعنی پوشیدہ، باریک
ہلکی اور چھوٹی غلطی کہ جس کو علم تجوید کے پڑھنے اور پڑھانے والے ہی معلوم کر سکیں۔ پھر لحن جلی کا اطلاق چار قسم کی
غلطیوں پر ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں (۱) تبدیل حرف بحرف (۲) حرکات کو بڑھا کر پڑھنا (۳) حروف مدہ کو گرا کر پڑھنا
(۴) حرکات و سکنات میں غلطی کرنا۔ یعنی ایک حرکت کے بجائے دوسری حرکت یا حرکت کی بجائے سکون یا سکون
کی بجائے حرکت ادا ہو جائے۔ یہ سب صورتیں اور ان کی مثالیں متن میں موجود ہیں اور متن میں نمبرات بھی لگا دیئے
گئے ہیں اور ان کی مزید تفصیل یہ ہے۔

(۱) ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا جائے جیسے اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْهَمْدُ پڑھ دیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے معنی ہیں۔ تمام
تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اَلْهَمْدُ لِلّٰہِ کے معنی ہیں فوت ہونا اللہ ہی کے لئے ثابت ہے۔ معاذ اللہ۔ یا ثا کی جگہ
سین پڑھ دیا جیسے اِثْمٌ کے معنی ہیں گناہ اور اِسْمٌ کے معنی ہیں نام۔ یا ح کی جگہ ہ پڑھ دی۔ جیسے وَانْحَرْ کے معنی ہیں
آپ قربانی کیجئے اور وَانْهَرْ کے معنی ہیں آپ ڈانٹئے۔ یا ذ کی جگہ ز پڑھ دی جیسے اَنْذَرَ کے معنی ہیں اس نے ڈرایا
اور اَنْزَرَ کے معنی ہیں اس نے کم کیا۔ یہ مثالیں تبدیل مخرج کی ہیں۔ یا ص کی جگہ س پڑھ دیا جیسے صَیْف کے معنی ہیں
گرمی اور سَیْف کے معنی ہیں تلوار اسی طرح عَصٰی کے معنی ہیں اس نے نافرمانی کی۔ اور عَسٰی کے معنی ہیں لیکن
یہ مثالیں تبدیل صفات لازمہ کی ہیں یا ض کی جگہ دال یا ظا پڑھ دی جیسے فَتَرْضٰی کے معنی ہیں کہ آپ
راضی ہو جائیں گے اور فَتَرْدٰی کے معنی ہیں کہ آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ معاذ اللہ اور فَتَرْظٰی کے کوئی معنی
نہیں۔ یا ظا کی جگہ زا پڑھ دیا جیسے مَحْظُوْرًا کے معنی ہیں روکا ہوا اور مَحْزُوْرًا کے معنی ہیں اندازہ کیا ہوا۔ یا ع
کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا۔ جیسے عَلِیْم کے معنی ہیں جاننے والا اور اَلِیْم کے معنی ہیں دردناک۔ یہ مثالیں بھی تبدیل مخرج
کی ہیں۔

(۲) یا کسی حرف کو بڑھا دیا جیسے اَلْحَمْدُ کے بجائے اَلْحَمْدُوْ اور لِلّٰہِ کی بجائے لِلّٰہِیْ اور اِیَّاکَ کی

پڑھ دیا، ض کی جگہ دال یا ظا پڑھ دی، ظ کی جگہ ز پڑھ دی یا ع کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا۔ اور ابکی

بجائے اباکی پڑھ دیا اور لَتُسْئَلُنَّ کی بجائے لاتُسْئَلُنَّ پڑھ دیا۔ لَتُسْئَلُنَّ کے معنی ہیں البتہ ضرور ضرور سوال کیے جاؤ گے تم قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں اور لاتُسْئَلُنَّ کے معنی ہیں ہرگز نہیں سوال کیے جاؤ گے تم قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں۔

(۳) یا کسی حرف کو گھٹادیا جیسے لَمْ یُوْلَدْ کی بجائے لَمْ یَلِدْ پڑھ دیا اور لَاۤ اَعْبُدُ کی بجائے لَاَعْبُدُ پڑھ دیا۔ لَاۤ اَعْبُدُ کے معنی ہیں میں نہیں عبادت کروں گا تمہاری اور لَاَعْبُدُ کے معنی ہیں البتہ میں عبادت کروں گا تمہاری اور لَاتَعْلَمُوْنَ کی بجائے لَتَعْلَمُوْنَ پڑھ دیا لَاتَعْلَمُوْنَ کے معنی ہیں تم نہیں جانتے اور لَتَعْلَمُوْنَ کے معنی ہیں البتہ تم جانتے ہو (۴) یا زبر، زیر، پیش، جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا۔ زبر کی جگہ زیر پڑھنے کی مثالیں: جیسے اِیَّاکَ کی بجائے اِیَّاکِ پڑھ دیا اور اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ کی بجائے اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسِلِیْنَ پڑھ دیا۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ کے معنی ہیں بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں اور اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسِلِیْنَ کے معنی ہیں بے شک آپ رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔ معاذ اللہ

زیر کی جگہ زبر پڑھنے کی مثالیں جیسے اِھْدِنَا کی بجائے اَھْدِنَا پڑھ دیا اور مُبَشِّرِیْنَ کی بجائے مُبَشَّرِیْنَ پڑھ دیا۔ اور مُبَشِّرِیْنَ کے معنی ہیں بشارت دینے والے اور مُبَشَّرِیْنَ کے معنی ہیں بشارت دیے ہوئے۔

پیش کی جگہ زبر پڑھنے کی مثالیں جیسے وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ کی بجائے وَقَتَلَ دَاوٗدَ جَالُوْتُ پڑھ دیا۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ کے معنی ہیں اور قتل کیا داؤد علیہ السلام نے جالوت بادشاہ کو اور وَقَتَلَ دَاوٗدَ جَالُوْتُ کے معنی ہیں اور قتل کیا داؤد علیہ السلام کو جالوت بادشاہ نے اور اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کی بجائے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءَ پڑھ دیا۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کے معنی ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء اور اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءَ کے معنی ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے علماء سے۔ پیش کی جگہ زیر پڑھنے کی مثالیں

اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ کی بجائے اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِہٖ پڑھ دیا۔ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ کے معنی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

﴿تیسرا لمعہ﴾

﴿حواشی تیسرا لمعہ﴾ تیسرا لمعہ کے معنی ہیں تیسری روشنی۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس لمعہ کو چاند کی تیسری رات سے تشبیہ دی ہے جس طرح چاند کی تیسری رات کو تھوڑی سی روشنی زیادہ ہو جاتی ہے اسی طرح تیسرے لمعہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے استعاذہ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بسملہ یعنی بِسْمِ اللّٰہِ کے احکام بیان فرما کر علم تجوید کی روشنی کچھ زیادہ کر دی ہے۔

سوال۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے استعاذہ اور بسملہ کے احکام کو تجوید کے باقی مسائل سے مقدم کیوں کیا؟

جواب۔ چونکہ قرآن مجید کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے استعاذہ کیا جاتا ہے اور سورۃ برأت کے سوا ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ بھی پڑھی جاتی ہے اس لئے ان دونوں کے احکام کو تجوید کے باقی مسائل سے مقدم کیا ہے کیونکہ وہ مسائل تلاوت ہی میں جاری کئے جاتے ہیں۔ پس جب اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کا وجود ہو جائیگا تو اسی میں حروف کی تصحیح و مشق جاری کی جاوے گی۔ اس لئے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کے احکام کو مقدم کیا ہے استعاذہ کے بارے میں مندرجہ ذیل پانچ چیزوں کا جاننا ضروری ہے (۱) محل استعاذہ (۲) الفاظ استعاذہ (۳) حکم استعاذہ (۴) کیفیت استعاذہ (۵) فائدہ استعاذہ۔

(۱) استعاذہ کا محل ابتدائے تلاوت ہے سورت کے شروع سے ہو یا سورت کے درمیان سے۔

سوال۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ استعاذہ کا محل ابتداء تلاوت ہے؟

جواب۔ آیت قرآنی فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (ترجمہ) جب بھی تم قرآن پاک کی تلاوت شروع کرنے لگو تو شیطان مردود کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ اس آیت مبارکہ میں فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ محل استعاذہ ہے۔

(۲) استعاذہ کے الفاظ ایک تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہیں جو مشہور و معروف ہیں باقی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْقَوِیِّ مِنَ الشَّیْطٰنِ الْغَوِیِّ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْقَادِرِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الْغَادِرِ ہیں۔

سوال۔ان الفاظ استعاذہ میں کمی بیشی کا کیوں اختیار ہے؟

جواب۔اس لئے کہ آیت قرآنی میں استعاذہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے الفاظ استعاذہ کا تعین نہیں ہے۔

(۳) ﴿استعاذہ کا حکم﴾ بعض علماء مجودین کے نزدیک استعاذہ واجب ہے وہ فرماتے ہیں کہ فاستعذ امر کا صیغہ ہے اور مشہور قاعدہ ہے الامر للوجوب یعنی امر کا صیغہ وجوب کے لئے آتا ہے۔اس لئے استعاذہ واجب ہے۔ اور جمہور علماء مجودین کے نزدیک استعاذہ مستحب ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح امر کا صیغہ وجوب کیلئے آتا ہے اسی طرح استحباب کے لئے بھی آتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی قرینہ موجود ہو اور قرینہ یہ ہے کہ استعاذہ تلاوت کے تابع ہے اور خود تلاوت مستحب ہے اس لئے استعاذہ بھی مستحب ہے۔

(۴) ﴿استعاذہ کی کیفیت﴾ حالت نماز میں بالاتفاق استعاذہ آہستہ آواز سے ہے اس کے علاوہ جب کسی کو سنانا مقصود ہو تو بہتر یہ ہے کہ استعاذہ بالجہر یعنی بلند آواز سے ہو کیونکہ یہ شعار قرآنی ہے اور سننے والا شروع ہی سے تلاوت کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور وہ تلاوت کا کوئی حصہ سننے سے محروم نہیں رہے گا۔البتہ اپنی تلاوت میں اختیار ہے سراً یعنی آہستہ آواز سے پڑھے یا جہراً یعنی بلند آواز سے پڑھے۔لیکن بہتر یہ ہے کہ استعاذہ تلاوت کے تابع ہو یعنی اگر تلاوت سراً ہو تو استعاذہ بھی سراً اور اگر تلاوت جہراً ہو تو استعاذہ بھی جہراً ہو۔

سوال۔استعاذہ بالسر و بالجہر کا اختیار کیوں ہے؟ جواب۔اس لئے کہ آیت قرآنی میں استعاذہ کا حکم ہے سراً یا جہراً کی قید نہیں۔

(۵) ﴿فائدہ استعاذہ﴾ تلاوت بہت بڑی عبادت ہے اور عبادت کے موقع پر شیطان دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔اس وسوسہ سے بچنے کے لئے استعاذہ کیا جاتا ہے۔اسی طرح بسملہ یعنی بِسْمِ اللّٰه کے بارے میں بھی پانچ چیزوں کا یاد کرنا ضروری ہے (۱) محل بسملہ (۲) الفاظ بسملہ (۳) حکم بسملہ (۴) کیفیت بسملہ (۵) فائدہ بسملہ۔

(۱) بِسْمِ اللّٰه کا محل: ابتداء سورت ہے سوائے سورۃ برأت کے۔

سوال۔سورۃ برأت کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں پڑھی جاتی؟

جواب۔(۱) سورۃ برأت کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی نہیں ہے۔

جواب۔(۲) سورۃ برأت کے شروع میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی۔ جواب۔(۳) یہ احتمال ہے کہ سورۃ برأت سورۃ انفال کا جزو اور حصہ ہو (۲) الفاظ بسملہ مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰه یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں (۳) بسملہ کا حکم بِسْمِ اللّٰه کا پڑھنا واجب ہے چاہے ابتداء تلاوت و ابتداء سورت کی حالت میں ہو چاہے ابتداء سورت درمیان

اور بعضے عالموں ۵ نے کہا ہے کہ پہلی صورت یٰ میں بھی سورۂ براءت پر بسم اللہ نہ پڑھے اور اگر کسی سورت کے بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے ۲ ضروری نہیں لیکن اَعُوْذُ اس حالت میں بھی ضروری ہے

---

(۳) وصل بغیر بسم اللہ یہاں بعض سے مراد اکثر علماء مجودین ہیں۔

۱ یعنی ابتداء تلاوت از ابتداء براءت میں بسم اللہ نہ پڑھیں البتہ حصول برکت کے لئے پڑھنے میں اختیار ہے۔

۲ یعنی ابتداء تلاوت درمیان سورت میں عام ہے کہ سورہ براءت کے درمیان سے ہو یا کسی اور سورت کے درمیان سے

۵ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ فِیْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَهُوَ اَقْطَعُ (ترجمہ) جو شاندار مقصد بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔ اور تلاوت قرآن سے بڑھ کر کون کام مہتم بالشان ہوگا اور ضروری اس لئے نہیں کہ اس کا محل نہیں پایا گیا جو کہ ابتداء سورت ہے ۶ یعنی ابتداء تلاوت درمیان سورت کی حالت میں بھی کیونکہ اس کا محل اور موقع پایا جا رہا ہے یعنی ابتداء تلاوت حاصل یہ کہ ابتداء کی تین صورتیں ہیں (۱) ابتداء تلاوت و ابتداء سورت اس کا حکم یہ ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ دونوں ضروری ہیں استعاذہ اور بسملہ کے فصل وصل کے اعتبار سے چار صورتیں بنتی ہیں (۱) فصل کل (۲) وصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی (۴) وصل اول فصل ثانی

(۱) فصل کل یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ کے آخر یعنی رجیم پر سانس توڑ دے اسی طرح بِسْمِ اللّٰهِ کے آخر یعنی رحیم پر سانس توڑ دے اور تیسری سانس میں سورت شروع کرے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝

(۲) وصل کل یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ کے رجیم پر اور بِسْمِ اللّٰهِ کے رحیم پر سانس نہ توڑے بلکہ ایک ہی سانس میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ اور سورت کو ملا کر پڑھے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝

(۳) فصل اول وصل ثانی یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ کے رجیم پر سانس توڑ دے اور بِسْمِ اللّٰهِ کو سورت سے ملا کر ایک سانس میں پڑھے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝

(۴) وصل اول فصل ثانی: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کو ایک سانس میں اور سورت کو دوسری سانس میں شروع کرے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ o یہ چاروں صورتیں جائز ہیں لیکن فصل اول وصل ثانی زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ بالاتفاق قرآن مجید کا جزء اور آیت نہیں بلکہ دعائیہ کلمات ہیں اور بِسْمِ اللّٰہِ قرآن مجید کا جزء اور آیت ہے۔

(۲) ابتداء سورت درمیان تلاوت: اس کا حکم یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ کا پڑھنا ضروری ہے فصل اور وصل کے اعتبار سے چار صورتیں ہیں (۱) فصل کل (۲) وصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی (۴) وصل اول فصل ثانی (۱) فصل کل یعنی پہلی سورت کے آخر پر سانس توڑ دے اور اسی طرح بِسْمِ اللّٰہِ کے آخر پر سانس توڑ دے اور تیسری سانس میں سورت شروع کرے جیسے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا o (۲) وصل کل یعنی پہلی سورت کے آخر پر اور اسی طرح بِسْمِ اللّٰہِ کے آخر پر سانس نہ توڑے بلکہ ایک ہی سانس میں پہلی سورت کے آخر اور بِسْمِ اللّٰہِ اور سورت کو ملا کر پڑھے جیسے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا

(۳) فصل اول وصل ثانی یعنی پہلی سورت کے آخر پر سانس توڑ دے اور بِسْمِ اللّٰہِ کو سورت سے ملا کر پڑھے جیسے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا o یہ تینوں صورتیں جائز ہیں اور ان میں سے فصل اول وصل ثانی زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ بسم اللہ ابتداء سورت کے لئے ہے سورت کے آخر کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔

(۴) وصل اول فصل ثانی یعنی پہلی سورت کے آخر اور بِسْمِ اللّٰہِ کو ایک سانس میں اور سورت کو دوسری سانس میں شروع کرے جیسے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا o یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں بِسْمِ اللّٰہِ کا تعلق ختم ہونے والی سورت کے ساتھ ہو جاتا ہے حالانکہ بِسْمِ اللّٰہِ کا تعلق شروع ہونے والی سورت کے ساتھ ہے اور (۱) سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ (۲) سُوْرَۃُ قِیٰمَۃ (۳) سُوْرَۃُ عَبَسَ (۴) سُوْرَۃُ تَطْفِیْف (۵) سُوْرَۃُ بَلَد (۶) سُوْرَۃُ بَیِّنَۃ (۷) سُوْرَۃُ تَکَاثُر (۸) سُوْرَۃُ ہُمَزَۃ (۹) سُوْرَۃُ لَہَب ان نو سورتوں میں فصل کل اور (۱) سُوْرَۃُ فَاتِحَہ (۲) سُوْرَۃُ اَنْعَام (۳) سُوْرَۃُ کَہْف (۴) سُوْرَۃُ اَنْبِیَاء (۵) سُوْرَۃُ سَبَا (۶) سُوْرَۃُ فَاطِر (۷) سُوْرَۃُ قَمَر (۸) سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ کے رَجِیْم پر سانس توڑ دے اور بِسْمِ اللّٰهِ کو آیت سے ملا کر ایک سانس میں پڑھے جیسے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o (۴) وصل اول فصل ثانی یعنی أَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ کو ایک سانس میں اور آیت کو دوسری سانس میں پڑھے جیسے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o ان چاروں صورتوں کا حکم یہ ہے کہ ایک قول کے مطابق چاروں جائز ہیں اور ایک قول کے مطابق دو یعنی فصل کل اور وصل اول فصل ثانی جائز ہیں اور دو یعنی وصل کل اور فصل اول وصل ثانی ناجائز ہیں کیونکہ ان دو صورتوں میں بِسْمِ اللّٰهِ کا آیت سے وصل ہو جاتا ہے اور ابتداء تلاوت اور ابتداء سورت میں کسی عیب و قباحت کا احتمال نہیں جو ابتداء تلاوت درمیان سورت میں ممکن ہیں۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْق

نوٹ: ۔۔ ابتداء تلاوت درمیان سورت میں اگر شیطان کا نام آئے تو وصل کل نہ کرے جیسے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔

اسی طرح فصل اول وصل ثانی بھی ناجائز ہے جیسے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔

﴿چوتھا لمعہ﴾

ع جن موقعوں سے حروف ادا ہوتے ہیں ان کو مخارج کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ ہیں۔

(حواشی چوتھا لمعہ) ۱؎ چوتھے لمعہ کے معنی ہیں چوتھی روشنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھے لمعہ کو چاند کی چوتھی رات سے تشبیہ دی ہے یعنی جس طرح چاند کی چوتھی رات کو روشنی کچھ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھے لمعہ میں تجوید کے دو بنیادی رکن یعنی مخارج اور صفات میں سے مخارج الحروف کو بیان فرما کر علم تجوید کی روشنی کچھ اور زیادہ کر دی ہے۔ اور مخارج سے حروف کی ذات کا تعین ہو جاتا ہے نیز مخارج حروف کے لئے بمنزلہ میزان اور ترازو کے ہیں چنانچہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

إِذْ وَاجِبٌ عَلَيْهِمُ مُحَتَّمُ　　　قَبْلَ الشُّرُوعِ أَوَّلًا أَنْ يَعْلَمُوا

مَخَارِجَ الْحُرُوفِ وَالصِّفَاتِ　　　لِيَلْفِظُوا بِأَفْصَحِ اللُّغَاتِ

یعنی اس لئے کہ ان قرآن پڑھنے والوں پر بہت واجب ہے جو ضروری اور لازم کیا ہوا ہے کہ قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے اول ہی میں معلوم کر لیں یعنی حروف کے مخارج اور صفات کو تاکہ قرآن مجید کے حروف کو عمدہ ترین لغت کے موافق ادا کر سکیں (۲؎ یہاں چار چیزوں کا جان لینا ضروری ہے۔)

(۱) حرف کی تعریف (۲) حروف تہجی کی تعداد (۳) مخرج کی تعریف (۴) مخارج کی تعداد

(۱) حروف حرف کی جمع ہے حرف کے لغوی معنی ہیں طرف اور کنارہ اور تعریف یہ ہے هُوَ صَوْتٌ يَعْتَمِدُ عَلٰى مَخْرَجٍ مُحَقَّقٍ اَوْ مُقَدَّرٍ یعنی وہ انسانی آواز جو مخرج محقق یا مقدر پر جا کر ٹھیرے یا گزرتی ہوئی چلی جائے۔

(۲) حروف تہجی کی تعداد انتیس ہے الف سے لے کر یا تک (۳) مخارج مخرج کی جمع ہے مخرج کے لغوی معنی ہیں نکلنے کی جگہ اور تعریف یہ ہے حرف یا حروف کے نکلنے کی جگہ (۴) محققین کے نزدیک مخارج کی تعداد (انتیس) ہے کیونکہ ہر حرف کی آواز ایک دوسرے سے جدا ہے اس لئے ہر حرف کا مخرج بھی الگ ہے اور خلیل نحوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مخارج کی تعداد (سترہ) ہے اور سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مخارج کی تعداد سولہ ہے اور فراء رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مخارج کی تعداد (چودہ) ہے سیبویہ اور فراء جوف کو مخرج شمار نہیں کرتے اور فراء نے لام نون را کا ایک مخرج شمار کیا ہے۔

مخرج نمبر ۱۷ جوف دہن یعنی منہ کے اندر کا خلا اس سے یہ حروف نکلتے ہیں واؤ جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو جیسے اَلْمَغْضُوْبِ یا جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو جیسے نَسْتَعِیْنُ الف جبکہ ساکن بے جھٹکے ہو اور اس سے پہلے زبر ہو جیسے صِرَاطَ ۔ اور ساکن بے جھٹکے اس لئے کہا ....

سوال: حروف کی تعداد زیادہ اور مخارج کی تعداد کم کیوں ہے؟

جواب: اس لیے کہ بہت زیادہ قرب اور بہت زیادہ اتصال کی وجہ سے آسانی کے لئے دو دو اور تین تین حرفوں کا (جہاں قرب ہے) ایک مخرج بیان کر دیا جیسے ج' ش' ی' اور ط' د' ت' اور ظ' ذ' ث' اور ص' ز' س' اس کا ایک مخرج ہے پھر مخارج کی دو قسمیں ہیں (۱) مخرج محقق (۲) مخرج مقدر ان دونوں کے پانچ اصول ہیں (۱) حلق (۲) زبان (۳) ہونٹ (۴) جوف (۵) خیشوم نیز یاد رہے کہ اصول اصل کی جمع ہے اور جس میں دو یا دو سے زیادہ مخارج ہوں اسے اصل کہتے ہیں۔

(۱) محقق کی تعریف: حلق زبان اور ہونٹوں میں سے معین حصے کو مخرج محقق کہتے ہیں۔ اور مخرج محقق کے تین اصول یعنی مواقع ہیں (۱) حلق (۲) زبان (۳) ہونٹ اسی طرح مخارج مقدرہ کے دو اصول ہیں (۱) جوف (۲) خیشوم

(۲) مخرج مقدر کی تعریف: حلق زبان اور ہونٹوں کے حصوں میں سے معین حصہ نہ ہو جیسے جوف یا بالکل حصوں میں سے ہی نہ ہو جیسے خیشوم یہی خلیل اور سیبویہ کے نزدیک مخارج محققہ کی تعداد (پندرہ) ہے اور فراء کے نزدیک تیرہ ہے۔ خلیل کے نزدیک مخارج مقدرہ دو ہیں (۱) جوف (۲) خیشوم' سیبویہ فراء کے نزدیک صرف خیشوم ہے۔ اس طرح پر کہ جوف میں ایک مخرج تین حروف' حلق میں تین مخارج اور چھ حروف' زبان میں دس مخارج اور اٹھارہ حروف ہیں' ہونٹوں میں دو مخارج اور چار حروف اور خیشوم میں ایک مخرج ہے اس سے غنہ نکلتا ہے۔ (مخرج نمبر۱) ہے جوف یعنی حلق زبان اور ہونٹوں کے درمیان خالی جگہ۔ خالی جگہ سے مراد وہ حصہ ہے (۱) جو حلق کا خلا (۲) زبان اور تالو کے درمیان خالی جگہ (۳) ہونٹوں کو کھولنے کے وقت درمیانی جگہ' ان میں کوئی جز و معین نہیں ہوتا چنانچہ حلق کے جوف سے الف مدہ (جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے جیسے صِرَاطَ) اور تالو اور زبان کے جوف سے یا مدہ (یعنی یا ساکن ماقبل

ش کی جگہ مدہ ۲۱ نہ ہو یعنی یائے متحرک اور یائے لین اور مدہ اور لین کے معنی مخرج نمبر ا کے ذیل میں بیان کئے گئے ہیں اور ان کو حروف شجریہ ۲۲ کہتے ہیں۔ (فائدہ ۲۳) آگے جو مخارج آتے ہیں ان میں بعضے دانتوں کے نام عربی میں آویں گے اس لئے پہلے ان کے معنی ۲۴ بتلائے دیتا ہوں ان کو خوب یاد کرلیں تاکہ آگے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ بتیس دانتوں میں سے سامنے کے چار دانتوں کو ثنایا ۲۵ کہتے ہیں دو اوپر والوں کو ثنایا علیا اور دو نیچے والوں کو ثنایا ۲۶ سفلی کہتے ہیں اور ان ثنایا کے پہلو میں چار دانت جو ان سے ملے ہوئے ہیں ان کو رباعیات ۲۷ اور قواطع ۲۸ بھی کہتے ہیں پھر ان رباعیات سے ملے ہوئے چار

زبان کے حصہ کو وسط لسان اور نواجذ کے بعد والے زبان کے حصہ کو اقصیٰ لسان کہتے ہیں۔

۲۱ کیونکہ مدہ ہونے کی حالت میں اس کا مخرج جوف ہے جیسا کہ مخرج نمبر ا کے ذیل میں معلوم ہو چکا ہے البتہ سیبویہ اور فراء کے نزدیک ی خواہ مدہ ہو خواہ لین ہو یا متحرک تینوں صورتوں میں مخرج یہی ہے کیونکہ انھوں نے جوف دہن کو علیحدہ مخرج شمار نہیں کیا ۲۲ بِسُکُوْنِ الْجِیْم دونوں جبڑوں کا درمیانی کھلا حصہ جو منہ بند ہونے کے وقت بھی فطری طور پر کھلا اور جدا رہتا ہے اسے شجر کہتے ہیں۔

(فائدہ) ۲۳ آگے جو دس مخارج ہیں ان میں سے شروع والے آٹھ مخارج میں دانتوں کے نام عربی میں آئیں گے اس لئے پہلے ان کی تعداد، ترتیب، مقامات وقوع اور عربی اسماء کے معنی جان لینا ضروری ہے ۲۴ یہاں معنی سے مراد دانتوں کے نام اور ان کی ترتیب ہے ورنہ ظاہر ہے کہ کتاب میں دانتوں کے معنی تو مذکور نہیں۔ ۲۵ ثنایا ثَنِیَّۃٌ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں دو دو ہونا اور یہ بھی اوپر نیچے دو دو ہی ہوتے ہیں۔ اس مناسبت سے ان کو ثنایا کہتے ہیں ۲۶ اگرچہ تمام دانتوں کی دو دو قسمیں ہیں علیا اور سفلی مگر چونکہ ثنایا سفلی کے سوا نیچے کے کسی دانت سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے باقی دانتوں میں اس تقسیم کی ضرورت نہیں سمجھی واللہ اعلم ۲۷ رباعیات رَبَاعِیَۃٌ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں ٹھہرنا اس لئے کہ کھاتے وقت چیزیں ان میں ٹھہر جاتی ہیں اس مناسبت سے رباعیات کہتے ہیں یا رباعیۃ رَبَعَ یَرْبَعُ سے لیا گیا ہے بمعنی چار ہونا اس لئے کہ یہ چار دانت ہیں اس مناسبت سے ان کو رباعیات

مخارج حروف کا نقشہ
دانتوں کا نقشہ
ظ ذ ث
ط د ت
ی ش ج
ک
ق
وسط حلق
جوف

اسی طرح خالص ظاء پڑھنا بھی غلط ہے [40] البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ [41] آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت [42] زیادہ مشابہ ہوتی ہے دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی [43] علم تجوید اور قراءت کی کتابوں [44] میں اسی طرح لکھا ہے۔

مخرج نمبر۹ لام کا ہے کہ زبان کا کنارہ مع [45] کچھ حصہ حافہ جب ثنایا اور رباعی اور ناب اور

---

[40] کیونکہ اس میں بھی خرابی ہے یعنی ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے [41] کیونکہ اس میں صفت رخوت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے حرف نرم ادا ہوتا ہے اور اسی صفت کی وجہ سے آواز بھی جاری رہتی ہے جیسا کہ پانچویں لمعہ میں معلوم ہوگا۔

[42] اس لئے کہ یہ دونوں حرف سوائے استطالت کے تمام صفات میں شریک ہیں [43] کیونکہ دال شدیدہ مستفلہ منفتحہ ہے اور ضاد رخوہ مستعلیہ مطبقہ ہے پس دال تو سخت اور باریک ادا ہوگا اور ضاد نرم اور خوب پر پڑھا جائیگا [44] چنانچہ الرعایہ، النشر اور نہایۃ القول المفید وغیرہم میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے اور یہ فن کی انتہائی معتبر کتابیں ہیں علاوہ ازیں بعض حضرات نے اس موضوع پر مستقل رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں جن میں اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے بلکہ یہی اس کی صحیح ادا کے لئے معیار ہے ان میں سے الاقتصاد فی الضاد مؤلفہ فضیلۃ الشیخ قاری مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوری اور ضیاء الارشاد فی تحقیق الضاد مؤلفہ استاذ القراء شیخ التجوید جناب قاری محب الدین احمد صدیقی صاحب الہ آبادی اور تکمیل الارشاد فی تحقیق تلفظ الضاد مؤلفہ استاذ القراء شیخ التجوید جناب قاری محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اسی طرح استاذ القراء شیخ التجوید جناب قاری اظہار احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جمال القرآن کا ضمیمہ بھی تجوید کے طلباء کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔

[45] (مخرج نمبر۹) یہ مخرج محقق اعادی جزئی ہے [46] یعنی اولی حافہ جو ضواحک کے بالمقابل ہے

مخرج نمبر ۱۲: طا، دال اور تا کا ہے یعنی زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ[1] اور ان تینوں حرفوں کو نطعیہ[2] کہتے ہیں۔

مخرج نمبر ۱۳: ظا، ذال اور ثا کا ہے اور وہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا[3] ہے اور ان تینوں حرفوں کو لثویہ[4] کہتے ہیں۔

مخرج نمبر ۱۴: صاد اور زا اور سین کا ہے اور یہ زبان کا سرا اور ثنایا سفلی کا کنارا مع کچھ اتصال[5] ثنایا علیا کے ہے اور ان کو حروف صفیر[6] کہتے ہیں۔

مخرج نمبر ۱۵: فا کا ہے اور یہ نیچے کے ہونٹ کا شکم[7] اور ثنایا علیا کا کنارہ[8] ہے۔

مخرج نمبر ۱۶: دونوں ہونٹ ہیں اور ان سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں با، اور میم اور واؤ جبکہ...

زبان کو بھی دخل ہے (مخرج نمبر ۱۲) یہ مخرج محقق فلاقی کی ہے[1] یعنی طا کا ثنایا علیا کی جڑ سے زیادہ تعلق ہے اس کے بعد تا کا اس کے بعد دال کا تعلق ہے۔[2] یعنی مسوڑھے کے اوپر جو کھردری جگہ ہے اس کو نطع (یعنی نون کے کسرہ اور طا کے فتح کے ساتھ) کہتے ہیں اور یہ مخرج بھی الجزری کے قریب ایک مشہور جگہ ہے (مخرج نمبر ۱۳) یہ مخرج بھی محقق ثنائی کی ہے[3] یعنی یہاں سرے سے مراد نوک نہیں بلکہ مسوڑھے کی طرف جڑ والا کنارہ ہے[4] یعنی لثۃ یعنی لام کے کسرہ اور ثا کے فتح کے ساتھ مسوڑھے کے معنی میں ہے ان تینوں کو لثویہ کہنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ثنایا علیا کا سرا سے مسوڑھے کی طرف والا کنارہ مراد ہے۔

(مخرج نمبر ۱۴) یہ مخرج بھی محقق علائی کی ہے[5] یعنی ثنایا علیا اور ثنایا سفلی کے کناروں کا معمولی اتصال اور زبان کی نوک کے ثنایا سفلی کے اندرونی کناروں کے ساتھ تھوڑے سے اتصال سے صاد، زا، سین ادا ہوتے ہیں[6] یعنی یہ سیٹی کی نام ہے مخرج کا نام اسلیہ ہے۔ زبان کی نوک کے باریک حصہ کو اسل کہتے ہیں (مخرج نمبر ۱۵) یہ مخرج محقق عادل ہزاری کی ہے[7] یعنی نیچے کے ہونٹ کا اندرونی تری والا حصہ جو ہونٹوں کے بند ہونے کے وقت اندر چھپ جاتا ہے۔[8] یعنی یہاں کنارہ سے مراد ثنایا علیا کی نوکیں ہیں کیونکہ فا نوکوں ہی سے ادا ہوتی ہے اور اس کو حرف مشترک شفوی و شجری یعنی ثنایا علیا اور نیچے کے ہونٹ کے شکم سے ادا ہونے والا کہتے ہیں (مخرج نمبر ۱۶) یہ مخرج ثنائی کی ہے۔

غنہ (۳۴) کا بیان آگے نویں دسویں لمعہ میں نون اور میم کے قاعدوں میں إن شاء اللہ تعالی
آوے گا۔ اور جاننا چاہیے کہ ہر حرف کا مخرج معلوم کرنے کا طریقہ (۳۵) یہ ہے کہ اس حرف کو ساکن
کرکے اس سے پہلے ہمزہ متحرک لے آوے جس جگہ آواز ختم ہو وہی اس کا مخرج ہے۔

زیادہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا مخرج بھی خیشوم قرار دے دیا اسی طرح نون مدغم با دغام ناقص کا تعلق حرف مدغم فیہ
سے کم اور خیشوم سے زیادہ ہوتا ہے لہذا زیادہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا مخرج خیشوم قرار دے دیا۔ نیز اسی طرح میم
مخفی کا تعلق شفتین (ہونٹوں) سے کم اور خیشوم سے زیادہ ہوتا ہے لہذا زیادہ تعلق کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا مخرج بھی
خیشوم قرار دے دیا اور نون متحرک اور نون ساکن مظہرہ و نون مشدد کا تعلق اپنے مخرج سے زیادہ اور خیشوم سے کم ہوتا
ہے اور اسی طرح میم متحرک اور میم ساکن مظہرہ اور میم مشدد کا تعلق بھی اپنے مخرج یعنی شفتین سے زیادہ اور خیشوم سے کم
ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کا مخرج خیشوم نہیں قرار دیا۔

(۳۴) یعنی نویں اور دسویں لمعہ میں غنہ زمانی کے معنی اور یہ کہ نون اور میم میں غنہ زمانی کن حالتوں میں ہوتا ہے یہ دو
چیزیں بیان کی جائیں گی۔ نویں لمعہ میں تو میم کے غنہ زمانی کا بیان ہوگا اور دسویں لمعہ میں نون کے غنہ زمانی کا بیان
ہوگا اور غنہ بس انہیں دو حرفوں میں ہوتا ہے۔

(۳۵) یہ طریقہ دراصل مخرج معلوم کرنے کا نہیں کیونکہ مخارج تو کتاب میں بیان ہو ہی چکے ہیں بلکہ یہ طریقہ اپنی صحیح اور
غلط ادا کے معلوم کرنے کا طریقہ ہے اور یہی طرح اپنی صحیح اور غلط ادا کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ حرف کے
آخر میں اسے ساکن لگا دو جہاں سے حرف کی آواز کی ابتداء ہو وہی اس کا صحیح مخرج ہے اور اسی طرح مشدد حرف کے
شروع میں ہمزہ متحرک لگا دینے کے بعد مشدد حرف کی ادا کے وقت آواز جس جگہ ٹھہرے وہی اس کا صحیح مخرج ہے۔

(۱) ہمس[۹] اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مہموسہ[۱۰] کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی[۱۱] ہو اور ایسے حرف دس ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتَ ☆ (۲) جہر[۱۲] اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مجہورہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جاوے[۱۳] اور آواز میں ایک قسم کی بلندی[۱۴] ہو اور مہموسہ کے سوا باقی سب حروف مجہورہ ہیں اور جہر ہمس دونوں صفتیں ایک دوسرے کے متقابل[۱۵] ہیں۔

---

[۹] صفات لازمہ متضادہ کے پانچ جوڑوں میں سے پہلے جوڑے کی پہلی صفت ہمس ہے اس کے لغوی معنی ہیں پست کرنا کمزور کرنا پوشیدہ کرنا[۱۰] پس ہمس تو صفت ہے اور مہموسہ وہ حروف ہیں جن میں یہ صفت پائی جاتی ہے جیسے کہ سرخی سیاہی اور زردی وغیرہ یہ تو رنگ ہیں اور سیاہ سرخ اور زرد وہ چیزیں ہیں جن میں یہ رنگ پائے جاتے ہیں مثلاً کپڑا موصوف ہے اور اس کا سیاہ سرخ یا سفید یا زرد ہونا یہ صفت ہے ایسے ہی جہر مجہورہ شدت شدیدہ رخوت رخوہ توسط متوسط علی ہذا[۱۱] یعنی حروف مہموسہ کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسی کمزوری اور پستی کے ساتھ ٹھہرے کہ اندرونی ہوا کا زیادہ حصہ سانس اور تھوڑا حصہ آواز بن جائے یعنی سانس غالب اور آواز مغلوب ہو جائے اور ایسے حرف دس ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتَ اس کے معنی یہ ہیں پس برانگیختہ کیا اس کو ایسے شخص نے جو خاموش تھا[۱۲] پہلے جوڑے کی دوسری صفت جہر ہے جہر کے معنی بلند کرنا اونچی کرنا ظاہر کرنا[۱۳] اور پورا سانس آواز بن جائے یعنی آواز زیادہ سانس کم آواز غالب سانس مغلوب ہو جائے[۱۴] مہموسہ حروف کی آواز میں ایک قسم کی پستی اور مجہورہ حروف کی آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو اس کا اندازہ دونوں قسم کے حرفوں کو یکے بعد دیگرے ادا کر کے غور کرنے سے ہو سکتا ہے بشرطیکہ ادائیگی صحیح ہو جائے مگر تم اَثْ کی ثا اور اَذْ کی ذال میں غور کرو گے تو ثا کی آواز کچھ پست اور ذال کی آواز قدرے بلند معلوم ہوگی[۱۵] جیسا کہ ظاہر ہے کہ جن حرفوں میں ہمس پائی جاتی ہے ان میں جہر نہیں پائی۔

(۳) شدت ۱۷: جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو شدیدہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جاوے ۱۸ اور آواز میں ایک قسم کی سختی ۱۸ ہو اور ایسے حروف آٹھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے أَجِدُ كَ قَطْبَتُ (۴) ☆ رخوت ۱۹: اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو رخوہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو اور شدیدہ اور متوسطہ کے سوا باقی سب حروف رخوہ ہیں اور متوسطہ کا بیان ابھی آتا ہے اور ہمس اور جہر کی طرح شدت اور رخوت بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک صفت ۲۰ اور ہے۔

جاتی اور ایسے ہی برعکس پھر ان کے مطلب میں غور کرنے سے ان کا مقابل ہونا بھی طرح سمجھ میں آ جاویگا کیونکہ ہمس کی وجہ سے سانس جاری رہتا ہے اور جہر کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے پھر یہ کہ حروف مہموسہ کی آواز میں تو کچھ پستی ہوتی ہے اور اس کے مقابلے میں حروف مجہورہ کی آواز میں قدرے یعنی کچھ بلندی ہوتی ہے ۱۷ دوسرے جوڑے کی تین متقابل صفتوں میں سے پہلی صفت شدت ہے شدت کے لغوی معنی قوت اور سختی کے ہیں ۱۸ پس ہمس اور جہر کا تعلق سانس کے ساتھ ہے اسی لئے ہمس کی وجہ سے سانس جاری رہتا ہے اور جہر کی وجہ سے سانس بند ہو جاتا ہے اور شدت اور رخوت کا تعلق آواز کے ساتھ ہے اسی لئے شدت کی وجہ سے آواز بند ہو جاتی ہے اور رخوت کی وجہ سے آواز جاری رہتی ہے ۱۸ یعنی حروف شدیدہ کا اپنے مخرج سے اس قدر مستحکم اور مضبوط تعلق ہے کہ جس کی وجہ سے حروف شدیدہ کی آواز اپنے مخارج میں محبوس اور بند ہو جاتی ہے اور ایسے حروف آٹھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے أَجِدُ كَ قَطْبَتُ اس کے معنی یہ ہیں پاتا ہوں میں تجھ کو کہ تو ترش رو ہے یا میں تجھے پاتا ہوں کہ تو نے شراب کو پانی کے ساتھ ملا دیا ۱۹ دوسرے جوڑے کی دوسری صفت رخوت ہے رخوت کے معنی نرم ہونا یعنی حروف رخوہ کا ادا کرتے وقت مخرج کے ساتھ تعلق قدرے لطیف اور نرم ہوتا ہے جس کی وجہ سے آواز پورے مخرج میں خوب جاری ہوتی ہے اور ایسے حروف سولہ ہیں ۲۰ یعنی توسط مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی کامل صفت نہیں بلکہ اس میں انہی دو صفتوں کا کچھ کچھ حصہ پایا جاتا

تو سطا ۱۲ اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو متوسطہ اور بینیہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز اس میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری طرح جاری ہو (تحفۃ التجوید) اور ایسے حرف پانچ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے لِنْ عُمَرْ اور اس توسط کو الگ صفت نہیں گنا جاتا کیونکہ اس میں کچھ شدت کچھ رخوت ہے پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی۔ ☆ اور اس مقام پر ایک شبہ ہے وہ یہ کہ حرف تا اور کاف کو مہموسہ میں سے بھی شمار کیا ہے حالانکہ ان میں آواز بند ہو جاتی ہے۔ اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا گیا ہے اس کا ۱۲ جواب یہ ہے کہ ان دونوں حروف میں ہمس ضعیف

ہے سو وہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی اسی لئے نہ اس کو شدت کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی رخوت اور اسی لئے اس کو گنتی میں شمار بھی نہیں کیا گیا اور صفات متضادہ گیارہ نہیں بتائی گئیں بلکہ دس بتائی گئی ہیں ۱۲ دوسرے جوڑے کی تیسری صفت جو بین بین ہے جس کے حروف کا نام متوسطہ اور بینیہ ہے اس صفت کے لغوی معنی ہیں درمیانہ ہونا یعنی نہ حروف شدیدہ کی طرح سختی ہو اور نہ حروف رخوہ کی طرح نرمی ہو بلکہ دونوں کی درمیانی حالت ہو گویا شدت ناقص اور رخوت ناقص پائی جائے اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے لِنْ عُمَرْ اس کے معنی یہ ہیں نرم ہو جا اے عمر۔ سانس اور آواز کے جاری ہونے اور بند ہونے کے اعتبار سے حروف کی پانچ قسمیں ہیں (۱) مہموسہ شدیدہ دو حروف ہیں ک ت (۲) مہموسہ رخوہ آٹھ ہیں ف ح ث ہ ش خ ص س (۳) مجہورہ شدیدہ چھ حروف ہیں ا ج د ق ط ب (۴) مجہورہ رخوہ آٹھ حروف ہیں ذ ز ض ظ غ و ا ی (۵) مجہورہ متوسطہ پانچ حروف ہیں ل ن ع م ر۔ زمانہ ادا کے اعتبار سے حروف کی چار قسمیں ہیں (۱) حروف آنی جو آن کی آن میں اور فوراً ادا ہو جاتے ہیں یہ آٹھ حروف شدیدہ ہیں یعنی ا ج د ک ق ط ب ت (۲) حروف زمانی جن کے ادا کرنے میں کچھ وقت صرف ہوتا ہے یہ تین حروف مدہ ہیں نیز حرف غنہ بڑا الف اور الف کمال بھی شامل ہیں (۳) قریب بہ زمانی جس کے ادا کرنے میں ایک الف سے کچھ کم وقت لگتا ہے اور یہ ایک حرف ض ہے (۴) قریب بہ آنی جن کے ادا کرنے میں حروف شدیدہ سے قدرے زیادہ دیر لگتی ہے یہ بقیہ سترہ حروف ہیں یعنی ث ح خ ذ ز س ش ص ظ ع غ ف ل م ن ہ اور واؤ یا لین بھی انہی میں شامل ہیں ۱۲ (۱) ہمس اور شدت کاف اور تا میں جمع ہو سکتی ہیں کیونکہ یہ دونوں صفتیں متقابل نہیں

ہے اور شدت قوی ہے سو شدت کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہو جاتی ہے لیکن کسی قدر ہمس
ہونے سے بعد بند ہونے کے کچھ تھوڑا سا سانس بھی جاری ہوتا ہے مگر اس سانس کے جاری ہونے
میں یہ احتیاط رکھنی چاہیے کہ آواز جاری نہ ہو کیونکہ اگر آواز جاری کی ۳؎ جاوے گی تو کاف وتا
شدیدہ نہ رہیں گے بلکہ رخوہ ہو جاویں گے اور دوسرے اس میں ہاء کی آواز پیدا ہو کر غلط ہو جاویگا۔
(۵) استعلاء ۴؎ اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مستعلیہ کہتے ہیں اور مطلب اس
صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے تالو کی طرف اٹھ
جاتی ہے جس کے وجہ سے یہ حروف موٹے ۵؎ ہو جاتے ہیں اور ایسے حروف سات ہیں جن کا

ہیں (۲) کاف اور تا میں ہمس ضعیف ہے اور شدت قوی ہے (۳) آن اول میں شدت اور آن ثانی میں ہمس ادا کرنا
اس وضاحت کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا اور شبہ تب ہوتا ہے کہ آن واحد میں ہمس اور شدت کا ادا کرنا تسلیم کیا
جائے ۳؎ [illegible] انسان کے اندر سے بتقاضائے طبیعت جو ہوا خود بخود خارج ہوتی ہے اگر وہ ہوا لطیف ہو کر سنائی نہ
دے تو اس کو سانس کہتے ہیں اور اگر وہ خارج ہونے کی وجہ سے مسموع ہو تو اس کو آواز کہتے ہیں یہی مطلب مصنف
رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ کاف اور تا میں شدت کی وجہ سے آواز کے بند ہو جانے کے بعد صرف نہایت ہی خفیف قسم کی ہوا
جاری ہونی چاہیے اور وہ بھی کم مقدار میں اور ہوا کے ساتھ آواز پیدا نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اگر آواز جاری ہو جائیگی تو
یہ حروف شدیدہ نہ رہیں گے بلکہ رخوہ ہو جائیں گے اس لئے کہ آواز کا جاری ہونا حروف رخوہ کی خاصیت ہے واللہ اعلم
۴؎ تیسرے حصہ حروف کی پہلی صفت استعلاء ہے۔ استعلاء کے لغوی معنی بلند ہونا، بلندی چاہنا (تعریف) حروف
مستعلیہ کے ادا کرتے وقت ہمیشہ زبان کی جڑ کا اکثر حصہ آواز سمیت اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتا ہے جس کی وجہ
سے آواز میں غلظت اور بلندی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ حروف زبان [illegible] ادا ہوتے ہیں [illegible] کی یہ صفت [illegible]
ہے اور ایسے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ ہے خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ اس کے معنی ہیں تنگی کے زمانہ کو گرم موسم [illegible]
[illegible] ۵؎ حروف مستعلیہ کے درجات (۱) سب سے زیادہ تفخیم طاء میں (۲) صاد (۳)
ضاد (۴) ظا (۵) قاف (۶) غین (۷) خا کا درجہ ہے آواز کے ظہور کے اعتبار سے مستعلیہ کے پانچ درجات ہیں

مجموعہ یہ ہے خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ۔

(۶) اِسْتِفَال ۶ ع اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مُسْتَفِلَہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی جس وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں اور مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستفلہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں اِسْتِعلاء اور اِسْتِفال بھی ایک دوسرے کے متقابل ہیں۔

(۷) اِطْبَاق ۷ ع اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مُطْبِقَہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے ملصق ہو جاتا ہے یعنی لپٹ جاتا ہے اور ایسے حروف چار ہیں ص ض ط ظ۔

---

(۱) حرف مُفَخَّم مفتوح جس کے بعد الف ہو جیسے طَاقٌ (۲) حرف مُفَخَّم مفتوح جس کے بعد الف نہ ہو جیسے اِنْطَلِقُوْا (۳) حرف مُفَخَّم مضموم ہو جیسے مُحِيطٌ (۴) حرف مفخم مکسور ہو جیسے ظِلٍّ قِرْطَاسٍ (۵) حرف مفخم ساکن ہو۔ پھر ساکن کے بھی تین درجات ہیں (۱) ساکن مفخم جس کا ماقبل مفتوح ہو جیسے يَنْطِقُوْنَ (۲) ساکن مفخم جس کا ماقبل مضموم ہو جیسے يُرْزَقُوْنَ (۳) ساکن مفخم جس کا ماقبل مکسور ہو جیسے مِصْرَ ۶ ع تیسرے جوڑے کی دوسری صفت استفال ہے استفال کے لغوی معنی نیچا ہونا نیچائی چاہنا (تعریف) حروف مستفلہ کے ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی جس کی وجہ سے یہ حروف باریک ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف باکیس ہیں ۷ ع چوتھے جوڑے کی پہلی صفت اطباق ہے اطباق کے لغوی معنی ہیں لپٹنا ملنا چپٹنا (تعریف) حروف مطبقہ کے ادا کرتے وقت زبان کے بیچ کا اکثر حصہ آواز سمیت اوپر کے تالو سے مل جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ حروف اعلیٰ درجہ کے پُر ہوتے ہیں اور ایسے حروف چار ہیں صاد ضاد طا ظا نیز یاد رہے کہ ج ش ی میں زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے مخرج کی وجہ سے ملتا ہے نہ کہ صفت کی وجہ سے۔ اس لئے یہ حروف باریک رہتے ہیں۔ نیز ان میں صفت استعلاء نہیں پائی جاتی۔ اس لئے اطباق بھی نہیں پائی جاتی (نوٹ) اطباق اور انفتاح کا تعلق زبان کے بیچ سے ہے یعنی منہ بھر کر یا کھل کر آواز کا نکلنا۔

(۸) انفتاح ۸؎ اور جن حروف میں یہ صفت ہو ان کو منفتحہ کہتے ہیں۔ ... اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جاوے جیسے قاف میں لگ جاتی ہے خواہ نہ لگے (جہد المقل مع الشرح) اور مطبقہ کے سوا سب حروف منفتحہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں اطباق و انفتاح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ (۹) اذلاق ۹؎ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مذلقہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارے سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف چھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے۔ فَرَّ مِنْ لُبٍّ پھر ان میں جو حروف شفویہ ہیں وہ ہونٹ کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں اور شفویہ کا مطلب مخرج نمبر (۱۰) میں گزر چکا ہے اور جو شفویہ نہیں وہ زبان کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں (درۃ الفرید شیخ احمد حلوانیؒ)

۸؎ [illegible]

(۱۰) اِصمات ؎ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مصمتہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں اِذلاق و اِصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ ان دس صفات کو صفات متضادہ ؎ کہتے ہیں کیونکہ ایک دوسرے کی ضد یعنی مقابل ہے جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہوں آگے جو صفات آتی ہیں وہ غیر متضادہ کہلاتی ہیں اور جاننا چاہیے کہ صفات متضادہ سے تو کوئی حرف بچا ہوا نہیں رہتا بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت صادق آوے گی اور صفات غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی اور وہ صفات غیر متضادہ یہ ہیں۔

(ادا) آسانی سے ادا ہوتے ہیں جس طرح آدمی چکنی چیز سے جلدی سے پھسل جاتا ہے اور یہ حروف چھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَرَّ مِن لُبٍّ اس کے معنی یہ ہیں بھاگا وہ عقلمند آدمی سے ۔ ؎ یہ ذلاقت کی دوسری صفت اصمات ہے اس صفت کے لغوی معنی ہیں رکنا مضبوطی سے ادا ہونا خاموش کرنا مشکل الادا ہونا (تعریف) حروف مصمتہ اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ اور مضبوطی ہو کر ادا ہوتے ہیں آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔

؎ ہم اس لیے غور کریں کہ مابقی نمبر ۱۳ کے تحت دس صفات لازمی [illegible] بالتفصیل بیان کر چکے ہیں جن کی بحث کو حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مختصر [illegible] میں بیان فرمایا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بالا دس صفات کو صفات لازمہ متضادہ کہتے ہیں کیونکہ ان میں سے پانچ پانچ کی ضد ہیں اور یہ تضاد ہر حرف میں ہوگی [illegible] کے برخلاف غیر متضادہ کے کہ وہ بعض حروف میں ہوتی ہیں اور بعض میں نہیں ہوتیں کیونکہ ان سے ہر صفت الگ الگ ہے جس کے مقابل میں کوئی دوسری صفت نہیں اور ہر صفت کے چند حروف مخصوص ہیں جن پر وہ صفت صادق آتی ہے یعنی کہ جن حروف میں یہ صفات پائی جاتی ہیں ان کے علاوہ باقی حروف میں ان صفات کی ضد نہیں پائی جاتی جیسا کہ صفات متضادہ میں یہ بات ہوتی ہے بلکہ یہ صفات وہ ایسی ہیں جن کی کوئی ضد مقرر نہیں کی گئی جیسے وہ تمام حروف کو شامل نہیں ہوتیں بلکہ بعض خاص خاص حروف میں پائی جاتی ہیں۔

سے آخر تک ۲۶ یعنی حافہ زبان کے شروع سے حافہ زبان کے آخر تک آواز کو امتداد رہتا ہے یعنی اس کا مخرج جتنا طویل ہے پورے مخرج میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی طویل ۲۷ ہو جاتی ہے (جہد المقل)

(فائدہ نمبر ۱) ۲۸ اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ سات صفت جو اخیر کی ہیں جن حرفوں میں یہ صفات نہ ہوں ان میں ان کی ضد ضرور ہوگی مثلاً ض میں استطالت ہے تو باقی سب حروف میں عدم استطالت ہوگی تو یہ دونوں ضدیں مل کر بھی سب کو شامل ۲۹ ہو گئیں۔ پھر صفات متضادہ و غیر متضادہ میں کیا فرق رہا

---

۲۶ یعنی اقصیٰ حافہ سے ادنیٰ حافہ تک آواز جاری رہتی ہے ۲۷ لیکن ضاد کی ادا میں ایک الف کی مقدار سے کم دیر لگے کیونکہ ضاد قریب چند الی ہے بتحقیق قوی اور ضعیف صفات میں۔ مندرجہ بالا سترہ صفات میں سے گیارہ صفت جہر شدت استعلاء اطباق اصمات صفیر قلقلہ انحراف تکریر تفشی استطالت قوی ہیں۔ اور چھ صفات ہمس رخوت استفال انفتاح اذلاق لین ضعیف ہیں اور توسط درمیانی صفت ہے پھر قوی صفات میں سے پہلا درجہ قلقلہ کا ہے اس کے بعد شدت کا پھر جہر کا پھر باقی صفات کا درجہ ہے اور استعلاء مع الاطباق کا درجہ استعلاء بلا اطباق سے زائد اور قوی ہے پھر انتیس حرفوں میں سے ہر حرف میں جتنی قوت کی ہوگی اتنا ہی حرف قوی ہوگا اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں اتنا ہی حرف ضعیف ہوگا یعنی اگر تمام صفات قوی ہوں یا ایک صفت ضعیف ہو اور باقی تمام صفات قوی ہوں تو حرف کا درجہ قوی ہوگا۔ جیسے طا، ضاد، اور اگر زیادہ صفات قوی ہوں اور کم صفات ضعیف ہوں تو حرف کا درجہ قوی ہوگا۔ جیسے ج و غ۔ اور اگر قوی اور ضعیف دونوں قسم کی صفات برابر ہوں تو حرف کا درجہ متوسط ہوگا جیسے را اور ثا۔ اور اگر زیادہ صفات ضعیف ہوں اور کم صفات قوی ہوں تو حرف کا درجہ ضعیف ہوگا۔ جیسے ی اور ک۔ اور اگر تمام صفات ضعیف ہوں یا ایک صفت قوی اور باقی تمام صفات ضعیف ہوں تو حرف کا درجہ اضعف ہوگا۔ جیسے ف اور ہ اور یاد رہے کہ حروف کی اس تقسیم میں کسی خاص کتاب یا رسالہ کی مذکورہ صفات کا لحاظ نہیں بلکہ قوت و ضعف کے مرتب کی تعیین میں جملہ صفات کی رعایت ہے۔ (فائدہ نمبر ۱)

۲۸ اس فائدے میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صفات لازمہ غیر متضادہ کے متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب دیا ہے۔

۲۹ مطلب مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ جس طرح صفات متضادہ کا ہر جوڑا سب حرفوں کو شامل

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ توضیح ۵۰ ہے مگر صفات متضادہ میں ہر صفت کی ضد کا چونکہ کچھ نام بھی تھا
اور ان دونوں ناموں میں سے ہر حرف پر کوئی نہ کوئی صادق آتا ہے اھ اور چونکہ یہاں ضد کا نام نہیں اس
لئے اس ضد کے صادق آنے کا اعتبار نہیں کیا گیا دونوں صفات میں ۳۲ جو یہ فرق ہوا۔

(فائدہ نمبر۲) ۳۴ یعنی محض مخارج وصفات حروف کے دیکھ کر اپنے ادا کے صحیح ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے اس
میں ماہر مشاق استاد کی ضرورت ہے البتہ جب تک ایسا استاد میسر نہ ہو بالکل کورا ہونے سے کتابوں ہی
سے کام چلانا غنیمت ہے۔

(فائدہ نمبر۳) ۵۵ اس لمعہ کے شروع میں صفت لازمہ ذاتیہ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا

ہو جاتا ہے یعنی جس طرح ہر حرف میں ان کی دو صفتوں میں سے ایک نہ ایک صفت ضرور پائی جاتی ہے اسی طرح
استفالت اور عدم استفالت یہ دونوں لفظ بھی ایک جوڑا بن جاتا ہے اور صفات متضادہ کی طرح یہ بھی تمام حرفوں کو شامل
ہو جاتی ہیں کہ اگر ایک حرف میں استفالت ہے تو باقی اٹھائیس حرفوں میں عدم استفالت تو اب متضادہ اور غیر متضادہ
میں کوئی فرق نہ رہا تو اصطلاح کیوں بدل گئی کہ ہمس و جہر وغیرہ کو تو متضادہ کہا گیا ہے اور استفالت وغیرہ کو غیر
متضادہ ۵۶ یعنی یہ بات کہ استفالت وعدم استفالت اور قلقلہ وعدم قلقلہ وغیرہ میں کہ ایک جوڑا بن جاتا ہے اور سب
کو شامل بھی ہو جاتا ہے۔ اھ جیسا کہ ہمس کی ضد کا نام جہر اور اذلاق کی ضد کا نام اصمات وغیرہ ہے ۵۷ یعنی فلاں
فلاں حرف مہموسہ اور فلاں فلاں حرف مجہورہ یا فلاں فلاں منفتحہ اور فلاں فلاں مستعلیہ ہیں ۵۸ یعنی یہ کہ صفات
متضادہ میں تو دونوں ضدوں کا نام واقع ہوتا ہے لیکن غیر متضادہ میں کسی مقابل صفت کا نام نہیں ہوتا چنانچہ ہمس کے
مقابلے میں جہر کا نام تو ہے لیکن استفالت کے مقابلے میں کسی صفت کا نام نہیں جس کو ہم استفالت کی ضد کہہ سکیں فافہم
(فائدہ نمبر۴) ۵۹ اس فائدے کے ضمن میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ تجوید صرف
کتابوں ہی کے پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہو جاتی بلکہ یہ فن استاد کی زبان سے سننے اور پھر اس کے موافق ادا کرنے
کی مشق سے حاصل ہوتا ہے ہاں جب تک استاد میسر نہ آ سکے اس وقت تک کتابوں ہی سے استفادہ کرتا رہے تاکہ اگر
عمل نہیں تو کم از کم علم سے محروم نہ رہے (فائدہ نمبر۳) ۵۵ اس فائدے کے ضمن میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صفات

فن تجوید کا اصلی مقصود انہی غلطیوں ۲۶ سے بچنا ہے جس کے واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب
قاعدوں سے ۲۷ سے مقدم کیا گیا ہے اب آگے جو صفات حسنہ کے متعلق قاعدے آویں گے وہ اس
مقصود مذکور سے دوسرے درجہ پر ہیں لیکن اب عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی
رعایت اس اصلی مقصود سے زیادہ کی جاتی ۲۸ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے نغمہ خوشنما
ہو جاتا ہے۔ اور لوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں اور مخارج و صفات لازمہ کو نغمہ میں کوئی دخل
نہیں اس لئے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔ (فائدہ نمبر ۵) ۲۹ جس طرح یہ بے پروائی کی
بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ تھوڑے سے قاعدے یاد
کرکے اپنے کو کامل سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے

---

۲۶ اس لئے کہ یہ بڑی غلطیاں ہیں کیونکہ ان سے لفظاً اور معنی دونوں یا کم از کم لفظاً تو ضرور ہی متاثر ہو جاتے ہیں جن کی
صورتیں اور مثالیں دوسرے لمعہ میں بیان ہو چکی ہیں ۲۷ مخارج اور صفات لازمہ کو دوسرے قاعدوں سے جو مقدم کیا
ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہی دو چیزوں کی تصحیح کی بدولت لحن جلی سے بچا جا سکتا ہے اور لحن سے بچنا تجوید کا مقصد اعظم
ہے ۲۸ کیونکہ ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت نہ رکھنے کی وجہ سے لحن جلی لازم نہیں آتی صرف لحن خفی لازم
آتی ہے اور صفات عارضہ سے نغمہ خوشنما اس لئے ہو جاتا ہے کہ ان میں بعض صفات مثلاً غنہ اور مد ایسی صفات ہیں کہ
جن کی وجہ سے آواز میں ترنم پیدا کرنے کی گنجائش ہوتی ہے بخلاف صفات لازمہ کے کہ وہ چونکہ حروف کی ذات کے
ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہیں اس لئے ان میں گنجائش نہیں ہوتی اور مخارج کا نغمہ میں دخل نہ ہونا تو ظاہر ہی ہے لیکن اس
گنجائش سے غلط فائدہ اٹھا کر ترنم میں ایسا مبالغہ کرنا کہ جس سے غنوں کی مقدار میں توازن نہ رہے یا حروف مد کی
آواز میں جھٹکے سے اثرات پیدا ہو جائیں یہ سب باتیں معیوب اور غلط ہیں۔
(فائدہ نمبر ۵) ۲۹ اس فائدے کے ضمن میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تجوید اور تصحیح قرآن کے متعلق افراط و تفریط
دونوں ہی سے کنارہ کشی اور باز رہنے اور میانہ روی قائم کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

نمازیں ہی نہ پڑھے۔ محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گنہگار ہونے کا اور ان کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا ایسا حکم نہیں کیا۔ اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قراءت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے رسالے میں بھی دیکھ لو۔

یعنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ صرف قاری اور عالم ہی نہیں تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال بخشا تھا اس لئے طلباء تجوید کو خود پسندی جیسی مہلک بیماری سے بچنے کی ہدایت فرما رہے ہیں کہ نماز میں فساد و عدم فساد کا مسئلہ معلوم کرنے کیلئے علماء سے رجوع کرنا چاہئے کیونکہ محقق علماء جب کوئی فتویٰ صادر کرتے ہیں تو عموم بلویٰ یعنی عام مسلمانوں کی کمزوری کا لحاظ رکھ کر صادر کرتے ہیں اھ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے ہاں اگر قراءت میں فاش غلطیاں کرتا ہے اور مقتدی ماہر تجوید اور ایک مشاق قاری ہے تو ایسے مقتدی کی نماز پر صحت کا حکم لگانا واقعی مشکل ہے کیونکہ رکوع، سجود اور قیام وغیرہ کی طرح قراءت بھی نماز کا ایک رکن ہے ایسی صورت میں مطلع کر کے کسی مفتی اور بڑے عالم سے دریافت کرنا ضروری ہے اھ کیونکہ اگر فقہ اور حدیث پر نظر نہیں ہے اور محض قاری ہی ہے تو ذرا ذرا سی غلطی پر فساد نماز کا حکم لگائے گا اور اگر فقہ اور حدیث پر نظر تو ہے لیکن قراءت نہیں جانتا تو بڑی بڑی غلطیوں کو بھی غلطی نہیں سمجھے گا اور قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے پر بھی فساد نماز کا حکم نہیں لگائے گا اس لئے مصنف رحمۃ

اللہ علیہ نے فرمایا (اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قراءت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں) اور یہ بہت عمدہ فیصلہ ہے اھ یعنی دونوں بھاری اور ہلکی دونوں قسم کی غلطیوں کی الگ الگ تعریف اور حقیقت بیان کی گئی ہے اور ہر ایک کی مثالیں اور اس کا حکم بھی بیان کر دیا گیا ہے

نقشہ صفات لازمہ

نمبر شمار	حروف تہجی	مخرج نمبر	صفات لازمہ متضادہ					صفات لازمہ غیر متضادہ		درجہ
۱	ا	۱	جہر	رخوت	استفال	انفتاح	اصمات	مدیت	-	توسط
۲	ب	۱۲	جہر	شدت	استفال	انفتاح	اذلاق	قلقلہ	-	توسط
۳	ت	۱۲	ہمس	شدت	استفال	انفتاح	اصمات		-	ضعیف
۴	ث	۱۳	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اصمات		-	اضعف
۵	ج	۷	جہر	شدت	استفال	انفتاح	اصمات	قلقلہ		قوی
۶	ح	۳	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اصمات			ضعیف
۷	خ	۴	ہمس	رخوت	استعلاء	انفتاح	اصمات		-	ضعیف
۸	د	۱۲	جہر	شدت	استفال	انفتاح	اصمات	قلقلہ	-	قوی
۹	ذ	۱۳	جہر	رخوت	استفال	انفتاح	اصمات		-	ضعیف
۱۰	ر	۱۱	جہر	توسط	استفال	انفتاح	اذلاق	انحراف	تکریر	قوی
۱۱	ز	۱۳	جہر	رخوت	استفال	انفتاح	اصمات	صفیر	-	توسط
۱۲	س	۱۳	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اصمات	صفیر	-	ضعیف
۱۳	ش	۷	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اصمات	تفشی	-	ضعیف
۱۴	ص	۱۳	ہمس	رخوت	استعلاء	اطباق	اصمات	صفیر	-	قوی
۱۵	ض	۸	جہر	رخوت	استعلاء	اطباق	اصمات	استطالت	-	اقوی
۱۶	ط	۱۲	جہر	شدت	استعلاء	اطباق	اصمات	قلقلہ	-	قوی
۱۷	ظ	۱۳	جہر	رخوت	استعلاء	اطباق	اصمات		-	قوی
۱۸	ع	۳	جہر	توسط	استفال	انفتاح	اصمات		-	توسط
۱۹	غ	۴	جہر	رخوت	استعلاء	انفتاح	اصمات			ضعیف
۲۰	ف	۱۵	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اذلاق		-	اضعف
۲۱	ق	۵	جہر	شدت	استعلاء	انفتاح	اصمات	قلقلہ	-	اقوی
۲۲	ک	۶	ہمس	شدت	استفال	انفتاح	اصمات		-	ضعیف
۲۳	ل	۹	جہر	توسط	استفال	انفتاح	اذلاق	انحراف	-	ضعیف
۲۴	م	۱۶	جہر	توسط	استفال	انفتاح	اذلاق	غنہ	-	ضعیف
۲۵	ن	۱۰	جہر	توسط	استفال	انفتاح	اذلاق	غنہ	-	ضعیف
۲۶	و مدہ یا لین	۱۶	جہر	رخوت	استفال	انفتاح	اصمات	لین	مدیت	ضعیف توسط
۲۷	ہ	۲	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اصمات		-	اضعف
۲۸	ء	۲	جہر	شدت	استفال	انفتاح	اصمات		-	قوی
۲۹	ی مدہ یا لین	۷	جہر	رخوت	استفال	انفتاح	اصمات	لین	مدیت	ضعیف توسط

﴿چھٹا لمعہ[1]﴾

جاننا چاہئے کہ یہ صفات سب حرفوں[2] میں نہیں ہوتیں۔ صرف آٹھ حرف[3] ہیں جن میں مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے وہ حروف یہ ہیں ا، ل، ر، م[4] ساکن و مشدّد نون

﴿حواشی چھٹا لمعہ﴾ چھٹے لمعہ کے معنی ہیں چھٹی روشنی۔ مصنف رحمۃ اللہ نے چھٹے لمعہ کو چاند کی چھٹی رات سے تشبیہ دی ہے یعنی جس طرح چاند کی چھٹی رات کو روشنی پانچویں رات کی بہ نسبت زیادہ ہو جاتی ہے اسی طرح مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چھٹے لمعہ میں صفات مختصہ تزئینیہ بیان فرما کر علم تجوید کی روشنی اور زیادہ کر دی ہے۔

(صفات عارضہ کی تعریف) ایسے مخصوص حرفوں میں اور مخصوص حالتوں میں پائی جانے والی صفات نیز اگر یہ صفت ادا نہ ہوں تو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن و جمال نہ رہے صفات عارضہ کی تین قسمیں ہیں (۱) عارض بالصفۃ جو کسی صفت لازمہ کی وجہ سے پیدا ہو جیسے الف لام اور را کی تفخیم عارضی ہے اور یہ صفت لازمہ استعلاء کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے (۲) عارض بالحرف جو کسی حرف کے ملنے کی وجہ سے پیدا ہو جیسے ادغام اخفاء اقلاب وغیرہ (۳) عارض بالوقف وہ صفت جو وقف کی وجہ سے پیدا ہو مثلاً وقف بالاسکان وقف بالابدال وقف بالاشمام وقف بالروم وغیرہ۔

[2] مطلب یہ ہے کہ یہ صفات لازمہ کی طرح تمام حرفوں میں نہیں پائی جاتیں بلکہ بعض حرفوں میں پائی جاتی ہیں اور بعض میں نہیں اور جن حرفوں میں پائی جاتی ہیں ان میں بھی کبھی پائی جاتی ہیں اور کبھی نہیں اسی کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں (مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے)

[3] لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فن تجوید میں صرف آٹھ حرفوں میں صفات عارضہ ہوتی ہیں چنانچہ فن کی کتابوں میں ادغام جنجور ز کبیر کا ذکر بھی ہے جو صفت عارضہ ہی ہے اور بہت حرفوں میں پائی جاتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں جو کہ ابتدائی طلبہ کے لئے ہے اور مختصر ہے صرف آٹھ ہی حرفوں کی صفات عارضہ کا ذکر ہوگا جن کا مجموعہ اُوْ یَرْمَلاَنْ ہے۔

[4] میم اور نون کے ساتھ ساکن اور مشدد کی قید لگانے سے میم نون متحرک وغیر مشدد نکل گئے جیسے نَسْتَعِيْنُ مِنْ بَعْدِ وغیرہ کیونکہ اس حالت میں ان میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں اور عارضہ کے یہی معنی ہیں کہ ایک حالت میں ہوں اور دوسری حالت میں نہ ہوں۔

(تنبیہ نمبر۲) تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر لفظ راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہوگا تو اس کو پُر پڑھیں گے تو اسی کلمہ والی قید اس لئے لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروف مستعلیہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے جیسے اَنْذِرْ قَوْمَكَ فَاصْبِرْ صَبْرًا اس میں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

(قاعدہ نمبر۳) اور اگر راء ساکن سے پہلے والے حرف پر حرکت نہ ہو وہ بھی ساکن ہو اور ایسا حالت وقف ہی میں ہوتا ہے جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے تو پھر اس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو اگر اس پر زبر یا پیش ہو تو راء کو پُر پڑھو جیسے لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ بِكُمُ الْعُسْرَ ○ کہ ان میں راء بھی ساکن اور دال اور سین بھی ساکن اور قاف پر زبر اور عین پر پیش ہے اس لئے ان دونوں کلموں کی راء کو پُر پڑھیں گے اور اگر اس پر زیر ہے تو راء کو باریک پڑھو جیسے ذِی الذِّكْرِ کہ راء بھی ساکن اور کاف بھی ساکن اور

ہے اور یہی اولیٰ ہے اور ان دو وجوہ کو خُلْفُ الْحَالَيْن کہتے ہیں جیسا کہ علامہ جزری فرماتے ہیں وَالْخُلْفُ فِي فِرْقٍ لِكَسْرٍ يُوجَدُ (اور فرق کی راء میں خلف ہے اس کی زیر کی وجہ سے جو کہ قاف پر آ رہا ہے) ۵ع حروف مستعلیہ کے دوسرے کلمہ میں ہونے کی وجہ سے اس کا اثر راء پر نہیں پڑے گا جیسے وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ ۶ع اس لئے کہ وصل میں اس طرح کے دو ساکنوں کا اکٹھا ہونا جائز نہیں سمجھا گیا جو راء وقف بالاسکان یا بالاشمام کی وجہ سے ساکن ہو خواہ مشدد ہو یا غیر مشدد اور اس سے پہلے والا حرف بھی ساکن ہو تو اس کی تفخیم و ترقیق کے قاعدہ کے تین حصے ہیں دو حصے تو اسی کی قاعدے میں ہیں اور ایک حصہ اسی قاعدہ کی (تنبیہ نمبر۱) میں آ رہا ہے یعنی اگر راء سَاكِنَۃٌ مَوْقُوفَۃٌ بالاسکان یا بالاشمام سے پہلے (ی) کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو اور اس سے پہلے والے حرف پر زبر یا پیش ہو تو اسکو پُر پڑھیں گے جیسے وَالْعَصْرِ الْقَدْرِ خُسْرٍ مُسْتَمِرٌّ اور اگر تیسرے حرف کے نیچے زیر ہو تو راء باریک ہوگی جیسے نَسُوا الذِّكْرَ، بِالشِّعْرِ وغیرہ

ذال پر زیر ہے اس لئے اس راء کو باریک پڑھیں گے۔

(تنبیہ نمبر۱) لیکن اس راء ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے اگر یہ حرف ساکن (ی) ہو تو پھر (ی) سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو بس راء کو ہر حال میں باریک پڑھو یعنی خواہ (ی) سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو جیسے خَیْرٌ ۔ قَدِیْرٌ کہ ان دونوں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

(تنبیہ نمبر۲) اس قاعدہ نمبر۳ کے موافق لفظ مِصْر اور عَیْنَ الْقِطْر پر جب وقف کیا جاوے تو راء کو باریک ہونا چاہیے مگر قاریوں نے ان دونوں لفظوں کی راء کو باریک اور پُر دونوں طرح پڑھا ہے اور اس لئے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے [۱] لیکن بہتر یہ ہے کہ خود راء پر جو حرکت ہو اس کا اعتبار کیا جاوے پس مِصْر میں تفخیم اولیٰ ہے کہ راء پر زبر ہے اور اَلْقِطْر میں ترقیق اولیٰ ہے کہ راء پر زیر ہے۔

(تنبیہ نمبر۳) اس قاعدہ نمبر۳ کی بنا پر سُوْرَۃُ وَالْفَجْرِ میں اِذَا یَسْرِ ○ پر جب وقف ہو تو اس کی راء کو مفخم [۲] ہونا چاہیے لیکن بعض قاریوں نے اس کے باریک پڑھنے کو اولیٰ [۳] لکھا ہے

---

[۱] یعنی اگر راء ساکن موقوف بالاسکان یا بالاشمام سے پہلے ساکن ہو یعنی واو یا یاء لین ہو تو راء کو ہر حال میں باریک ہی پڑھیں گے اس لئے کہ یاء دو کسروں کے قائم مقام ہے پس جب ایک کسرہ کے بعد راء باریک ہوتی ہے تو دو کسروں کے بعد بدرجہ اولیٰ باریک ہوگی۔ [۲] ترقیق اس لئے کہ راء موقوف سے پہلے والا حرف ساکن ہے اور اس سے پہلے والے حرف یعنی میم اور قاف پر زیر ہے ذِی الذِّکْرِ اور وَلَا یُنْکِرُ کی طرح یہ علامہ ابو عمرو دانی اور جمہور کا مذہب ہے (نشر ج ۲ صفحہ نمبر ۱۰۹) اور تفخیم اس لئے کہ مابعد کی رعایت کی۔ یہ مستعلیہ کو بھی تفخیم کا سبب سمجھ لیتے ہیں اور یہ مذہب امام ابو عبداللہ بن شریح وغیرہ کا ہے (نشر) [۳] علامہ جزری نے یہی اختیار کیا ہے (نشر) [۴] کیونکہ سین ساکن ہے اور اس سے پہلا یعنی تیسرا حرف یاء مفتوح ہے اَلْفَجْر کی طرح اور یہی دلیل ہے اصل کا اعتبار کرتے ہوئے کیونکہ اصل میں یسری تھا رعایت فواصل کی وجہ سے یاء حذف ہوگئی اور یہی حکم بحالت وقف فَاَسْرِ (ھود ع ۷) و (حجر ع ۵) و (دخان ع ۱) اور اَنْ اَسْرِ (طٰہٰ ع ۴) و (شعراء ع ۴) کا بھی ہے کہ یہ بھی اصل میں فَاَسْرِیْ اور اَنْ اَسْرِیْ تھے پھر "ی" جزم پا جانے کے سبب

مگر یہ روایت ضعیف ہے[21] اس لئے اس راء کو قاعدہ مذکورہ کے موافق پُر ہی پڑھنا چاہئے۔

(قاعدہ نمبر۴) راء کے بعد ایک جگہ قرآن مجید میں امالہ[22] ہے تو راء کی اس حرکت کو زیر سمجھ کر راء کو باریک پڑھیں اور وہ جگہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا اس راء کو ایسا پڑھیں گے جیسا لفظ قطرے کی راء کو پڑھتے ہیں امالہ اسی کو کہتے ہیں جس کو قاری والے یائے مجہول کہتے ہیں پس مَجْرٖىهَا کی راء کو باریک[23] پڑھیں گے۔

(قاعدہ نمبر۵)[24] جو راء وقف کے سبب ساکن ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس میں قاعدہ نمبر۲ و نمبر۳ کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو اور کبھی اس سے پیچھے والے حرف کو دیکھ کر اس راء کو باریک یا پُر پڑھنا چاہئے تو اس میں اتنی بات اور سمجھو کہ یہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جبکہ وقف میں اس راء کو

حذف ہوگی اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اَلْجَوَارِ (شوریٰ، رحمٰن، تکویر) اور نُذُرِ (جو سورہ قمر میں چھ جگہ ہے) کی راء کا بھی یہی حکم ہو کیونکہ اصل میں اَلْجَوَارِیْ اور نُذُرِیْ تھے اَلْجَوَارِیْ کی یاء بقاعدہ نحو حذف ہوگئی اور نُذُرِیْ کی یاء اضافت رعایت فواصل کی وجہ سے حذف ہوگئی[22] کیونکہ وقف تابع رسم خط کے ہوتا ہے اور چونکہ یاء لکھی ہوئی نہیں اس لئے وقف یاء کا اعتبار نہیں کیا جائے گا [23] امالہ کے لغوی معنی مائل کرنا جھکانا اور اصطلاحی معنی ہیں فتحہ کو کسرہ کی طرف اور الف کو یاء کی طرف مائل کر کے پڑھنا جیسے مَجْرٖىهَا اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں۔ اگر جھکاؤ زیادہ ہو تو امالہ کبریٰ اور اگر کم ہو تو امالہ صغریٰ کہتے ہیں الف خالص کی مثال جیسے قَالَ امالہ صغریٰ کی مثال جیسے ہول، خیر، عیب، سیر وغیرہ امالہ کبریٰ کی مثال جیسے سیب، شیر وغیرہ خالص یاء کی مثال فعل، کہیو وغیرہ[24] اس لیے کہ زیر ... اور الف یاء پر غالب آجاتی ہے[25] یہ قاعدہ راء مراء یعنی وقف بالروم والی راء کا ہے اس سے پہلے یہ سمجھو کہ وقف کرنے کے مشہور طریقے تین ہیں اسکان، اشمام، روم۔ وقف بالاسکان کی تعریف: حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن کر کے سانس اور آواز کا توڑ دینا جیسے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور یہ وقف بالاسکان ایک زبر، ایک زیر، دو زیر، ایک پیش، دو پیش پر ہوتا ہے۔

(وقف بالاشمام کی تعریف) حرف موقوف علیہ مضموم کو ساکن کر کے فوراً ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا اور سانس اور آواز کو توڑ دینا اور یہ وقف بالاشمام ایک پیش اور دو پیش پر ہوتا ہے مثل نَسْتَعِیْنُ اور نَبِیْنٌ کے۔ وقف بالاشمام کا تعلق دیکھنے سے ہوتا ہے

بالکل ساکن ہے۲۶ پڑھا جاوے جیسا کہ اکثر وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے بالکل ساکن نہیں کیا جاتا بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بھی بہت خفیف سا کہ ۲۷ ادا کیا جاتا ہے اور اس کو روم کہتے ہیں اور یہ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے اس کا مفصل بیان لمعہ تیرہ میں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی آوے گا سو یہاں یہ بتلانا منظور ہے کہ اگر ایسی راء پر روم کے ساتھ وقف کیا جاوے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے بلکہ خود اس راء پر جو حرکت ہوگی اس کے موافق پُر یا باریک پڑھیں گے جیسے وَالْفَجْرِ پر اگر اس طرح سے وقف کریں تو راء کو باریک ۲۸ پڑھیں اور مُّنْهَمِرٌ پر اگر اس طرح وقف کریں تو راء کو پُر ۲۹ پڑھیں

﴿وقف بالروم کی تعریف﴾ حرف موقوف علیہ مکسور یا مضموم ہو آواز کو پست کر کے حرکت کا تہائی حصہ ادا کرنا اور سانس اور آواز کا توڑ دینا اور یہ وقف بالروم ایک زیر دو زیر ایک پیش دو پیش پر ہوتا ہے جیسے یَوْمِ الدِّیْنِ ○ مِّنْ نَّذِیْرٍ ○ نَسْتَعِیْنُ ○ عَظِیْمٌ ○ ۲۶ اس طرح وقف کرنے کو وقف بالاسکان کہتے ہیں ۲۷ یعنی زیر یا پیش کا تہائی حصہ ادا کیا جاتا ہے

۲۸ اس لئے کہ اس حالت میں وصل والی راء کی طرح مکسور ادا ہوگی ۲۹ کیونکہ اس حالت میں راء وصل والی راء کی طرح مضموم ادا ہوگی خلاصہ یہ کہ راء موقوف بالروم راء موصولہ کی طرح اپنی حرکت کے لحاظ سے پُر یا باریک پڑھی جاتی ہے اور راء موقوف بالاسکان اور موقوف بالاشمام کی طرح ماقبل کی حرکت کے تابع نہیں ہوتی ۔ واللہ اعلم۔ وقف بالروم سننے سے تعلق رکھتا ہے

محض ایک اندازہ ہی ہے باقی اصل دار و مدار استاد و مشاق سے سننے پر ہے۔ (قاعدہ نمبر۲) میم کر ساکن ہو تو
اس کے بعد دیکھنا چاہئے کہ کیا حرف ہے اگر اس کے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میم میں سے ایک
ہو جائیں گی اور مثل ایک میم مشدد کے ہیں میں غنہ ہوگا (حقیقۃ التجوید) جیسے اِنَّکُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۔

پڑھتو رہا نو عمر طلبا اور شخص ترتیل کی رفتار کے مطابق ادا کرے اور یہی صاحب مد کی مقدار میں ملحوظ رکھنی چاہئے تاکہ لفظ کی
مقدار صحیح ہے تلاوت کی قدر کرے اور نہایت ضروری ہے کہ میم مشدد سے پہلے حرف مد پیدا نہ ہو جیسے کہ بعض لوگوں میں یہ تکلف پیدا
ہوتا ہے کہ لفظ لَمَّا کو لاما اور مِمَّ کو میما کہتے ہیں۔ میم ساکن کے تین قاعدے ہیں (نمبر۱) ادغام (نمبر۲) اخفاء شفوی
(نمبر۳) اظہار شفوی ادغام کے لغوی معنی ہیں اِدْخَالُ الشَّیْءِ فِی الشَّیْءِ یعنی ایک چیز کو دوسری چیز میں ملانا یا داخل کرنا۔
(ادغام کی تعریف) ایک حرف کو دوسرے حرف میں ملا کر ایک مشدد کی طرح ادا کرنا (میم ساکن کے ادغام کی تعریف)۔
میم ساکن کو میم متحرک میں ملا کر ایک میم مشدد کی طرح ادا کرنا جیسے اِنَّکُمْ مُّرْسَلُوْنَ۔ (مطلق ادغام کی عربی میں تعریف)
هُوَ خَلْطُ حَرْفٍ سَاكِنٍ بِمُتَحَرِّكٍ بِحَيْثُ يَصِيْرَانِ حَرْفًا وَّاحِدًا مُشَدَّدًا كَالثَّانِي وَيَتَحَرَّكُ الْعُضْوُ عِنْدَ
اَدَائِهِمَا تَحَرُّكًا وَّاحِدًا یعنی حرف ساکن کو متحرک حرف میں ملا کر اس طرح ادا کریں کہ ان دونوں سے دوسرے
حرف کے مانند ایک ہی حرف مشدد بن جائے جس کی ادائیگی میں عضو ایک ہی بار کام کرے۔ ادغام کے سبب تین ہیں
(۱) تماثل (۲) تجانس (۳) تقارب سبب کے اعتبار سے ادغام کی تین قسمیں ہیں (۱) مثلین (۲) متجانسین (۳) متقاربین
(ادغام کی کیفیت کے اعتبار سے) دو قسمیں ہیں تام اور ناقص (تام کی تعریف) مدغم بعد مدغم فیہ بن جائے نہ اس کی ذات
باقی رہے اور نہ ہی کوئی صفت باقی رہے جیسے مِنْ لَّدُنْهُ ناقص کی تعریف مدغم بعد مدغم فیہ بنے بلکہ اس کی کوئی صفت باقی رہے
جیسے مَنْ يَّقُوْلُ کہ اس میں صفت غنہ باقی ہے۔ ادغام کی سبب اور کیفیت کے اعتبار سے چھ قسمیں بنتی ہیں
(۱) مثلین تام (۲) مثلین ناقص (۳) متجانسین تام (۴) متجانسین ناقص (۵) متقاربین تام (۶) متقاربین ناقص۔ ان
میں سے مثلین ناقص نہیں پائی جاتی کیونکہ مثلین ہمیشہ تام ہی ہوتا ہے (مثلین تام کی تعریف) ایک حرف دو بار آ جائے پہلا
پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور دوسرا دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو پہلے کا دوسرے میں ادغام کرنے کو ادغام مثلین تام کہتے ہیں
یہ ادغام ہمیشہ تام ہی ہوتا ہے کیونکہ اس کا سبب سب سے قوی ہوتا ہے (ادغام متجانسین تام کی تعریف) ایک مخرج کے دو
حرف جمع ہوں پہلا پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور دوسرا دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو پہلے کا دوسرے میں ادغام کرنے کو ادغام

﴿دسواں لمعہ﴾

(نون ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں)

اور پچھلے لمعہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے(۱) وہاں پھر دیکھ لو مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تنوین کا نام بھی آسانی کے لیے لے دیا جاوے گا۔

(قاعدہ نمبر۱) نون اگر مشدد(۲) ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے اور مثل میم مشدد کے اس کو بھی اس حالت میں حرف غنہ کہیں گے نویں لمعہ کا پہلا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

(قاعدہ نمبر۲) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلق میں سے کوئی حرف آوے(۳) تو وہاں نون کا اظہار(۴) کریں گے یعنی ناک میں آواز نہ لے جاویں گے اور غنہ بھی ظاہر(۵) نہ کریں گے جیسے اَنْعَمْتَ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ وغیرہ اور اس اظہار کو اظہار حلقی ....

﴿حواشی دسواں لمعہ﴾ (۱) نون ساکن اور تنوین میں فرق پچھلے لمعہ کے حاشیہ نمبر۵ میں لکھ چکا ہوں پھر دیکھ لو۔ (۲) عام ہے کہ یہ تشدید اصلی ہو مثل اِنَّ جَنَّتٌ یا ادغام کی بنا پر ہو مثل اٰمِنِیْنَ نِّعْمَةٍ مِّنْ نَّشَآءُ (۳) یہ اظہار کا محل ہے (۴) اظہار کے لغوی معنی اَلْبَيَانُ خوب ظاہر کرنا روشن کرنا اور اظہار کی تعریف یہ ہے اِخْرَاجُ كُلِّ حَرْفٍ مِّنْ مَّخْرَجِهٖ مِنْ غَيْرِ غُنَّةٍ فِي الْمُظْهَرِ یعنی حرف مظہر کو اس کے اپنے مخرج سے بغیر غنہ زمانی کے ادا کرنا۔ یہ تعریف صرف نون اور میم کے اظہار کی ہے ورنہ اظہار کی اصل تعریف جو ہر جگہ اس پر صادق آتی ہے یہ ہے اِخْرَاجُ كُلِّ حَرْفٍ مِّنْ مَّخْرَجِهٖ مِنْ غَيْرِ تَغَيُّرٍ كَمَا اقْتَضٰى ذَاتُهٗ وَصِفَتُهٗ یعنی حرف مظہر کو اس کے مخرج مقررہ سے بغیر کسی تغیر کے ٹھیک اسی طرح ادا کرنا جس طرح اس کی صفات کا تقاضا ہو (اظہار کی وجہ) بُعد مخارج یعنی مخرجوں کے اعتبار سے بُعد ہے (اظہار کے درجات) نون ساکن اور تنوین کا ہمزہ اور ہا سے پہلے اعلیٰ درجہ کا اظہار ہوتا ہے عین حا سے پہلے متوسط درجہ کا اور غین خا سے پہلے ادنیٰ درجہ کا اظہار ہوتا ہے (۵) یہاں جس غنہ سے نفی کی گئی ہے اس سے مراد غنہ فرعی ہے نہ کہ اصلی اور ذاتی بھی کیونکہ وہ تو ہر حال میں باقی رہتا ہے۔

لی کہتے ہیں اور حروف حلقیہ چھ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں

حرف حلقی چھ ہیں اے نور عین　　　　ہمزہ ہا و حا و خا و عین و غین

چوتھے لمعہ میں تحریر نمبر ۱ و نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۴ کو پھر دیکھ لو اور اظہار کا مطلب نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں پھر دیکھ لو۔ (قاعدہ نمبر ۳) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آوے جن کا مجموعہ یَرْمَلُوْنَ ہے تو وہاں ادغام بھی ہوگا۔ یعنی نون اس کے بعد والے حرف سے بدل کر دونوں ایک ہو جاویں گے جیسے مِنْ لَّدُنْهُ دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کر دیا چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے اگرچہ لکھنے میں نون بھی باقی ہے مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں تو غنہ بھی رہتا ہے اور یہ غنہ مثل نون مشدد کے بڑھا کر پڑھا جاتا ہے ان چاروں کا مجموعہ ہے یَنْمُوْ جیسے مَنْ يُّؤْمِنُ بَرْقٌ يَّجْعَلُوْنَ وغیرہ ذٰلک اور اس کو ادغام مع الغنہ کہتے ہیں اور دو جو رہ گئے یعنی ر ل ان میں غنہ نہیں ہوتا۔ جیسے مِنْ لَّدُنْهُ مثال اوپر گذری ہے اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی خالص لام کی طرح

---

۱ نیز اظہار حلقی بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ حروف حلقی سے پہلے ہوتا ہے دیتر اس میں میم کے اظہار کی نسبت زیادہ ظہور ہوتا ہے۔

۲ یہاں ادغام کا محل ہے۔ (نیز ادغام کے لغوی معنی) (ادغام کی تعریف) (ادغام کے سبب) (ادغام کی سبب کے اعتبار سے قسمیں) (کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی قسمیں) (سبب اور کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی قسمیں) (فہم کے اعتبار سے ادغام کی قسمیں وغیرہ نویں لمعہ کے حاشیہ نمبر ۱ میں بیان کر دی گئیں ہیں دیکھ لو۔ یعنی (۱) یعنی نون ساکن اور تنوین کا ادغام لام اور را میں تام ہوتا ہے جیسے مِنْ لَّدُنْهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْ رَّبِّهِمْ مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا (۲) نون ساکن اور تنوین کا واو میں جیسے مِنْ وَّلِيٍّ مَغْفِرَةٌ وَّرَحْمَةٌ اور یا میں جیسے مَنْ يُّؤْمِنُ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ ان دونوں صورتوں میں ادغام ناقص ہوتا ہے نمبر (۳) نون ساکن اور تنوین کا ادغام نون متحرک میں تام ہی ہوتا ہے جیسے مِنْ نِّعْمَةٍ (۴) نون ساکن اور تنوین کا ادغام میم میں جیسے مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ وغیرہ اس میں بعض کے قول پر تو غنہ میم کا ہے اور بعض کے قول پر غنہ نون کا ہے پہلی صورت میں ناقص اور دوسری میں تام مگر یہ اختلاف صرف لفظی ہے ادا پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہر دو اقوال کی رو سے یکساں ہی ہے۔

میم کے اخفاء کا مطلب اور ادا کرنے کا طریقہ(۱) بھی وہی ہے جو کہ اخفاء شفوی کا تھا نویں لمعہ کا دوسرا قاعدہ پھر دیکھ لو۔ (قاعدہ نمبر ۵) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حرفوں کے سوا(۱) جن کا ذکر قاعدہ نمبر ۱ نمبر ۲ نمبر ۳ نمبر ۴ میں ہو چکا ہے اور کوئی حرف آوے(۲) تو وہاں نون اور تنوین کو اخفاء اور غنہ کے ساتھ پڑھیں گے اور وہ پندرہ حرف یہ ہیں ت ث ج د ذ ز س ش ص ض ط ظ ف ق ک ا ور الف کواس …

(اقلاب کی دوسری تعریف) هُوَ جَعْلُ حَرْفٍ مَكَانَ حَرْفٍ مَعَ مُرَاعَاتِ الْغُنَّةِ یعنی صفت غنہ کو باقی رکھ کر ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ رکھ دینا یعنی بدل دینا یعنی نون ساکن اور تنوین کو میم خالص سے بدل کر غنہ زمانی سے ادا کرنا۔

(۱) اقلاب کی کیفیت میم کو صفت رخوت کے ساتھ ادا کرنا اور یہ معلوم ہوا ہے کہ نقطۂ نویں لمعہ کا حاشیہ نمبر ۸ پھر دیکھ لیں۔

(۱) یعنی چھ حروف حلقی اور چھ حروف یَرْمَلُوْنَ اور ایک حرف با کے سوا (۲) یہ اخفاء کا محل ہے۔ (۳) اخفاء کے لغوی معنی اَلسَّتْرُ یعنی چھپانا اور پوشیدہ کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں۔ هُوَ النُّطْقُ بِحَرْفٍ سَاكِنٍ عَارٍ اَيْ خَالٍ عَنِ التَّشْدِيْدِ عَلٰى صِفَةٍ بَيْنَ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ مَعَ بَقَاءِ الْغُنَّةِ فِي الْحَرْفِ الْاَوَّلِ یعنی نون ساکن اور تنوین کو بغیر تشدید کے اظہار اور ادغام کی درمیانی کیفیت پر غنہ زمانی کے ساتھ ادا کرنا۔ درمیانی کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو صفت شدت اور توسط کے بغیر صفت رخوت کے ساتھ ادا کرنا۔ اخفاء کے درجات تین ہیں (۱) نون ساکن اور تنوین کے بعد طا دال تا آئیں تو اعلیٰ درجہ کا اخفاء ہوتا ہے اور اس کو اخفاء قریب کہتے ہیں (۲) نون ساکن اور تنوین کے بعد ث ج ذ ز س ش ص ض ظ ف ان دس حرفوں میں سے کوئی حرف آئے تو درمیانہ درجہ کا اخفاء ہوتا ہے اور اس کو اخفاء متوسط کہتے ہیں (۳) نون ساکن اور تنوین کے بعد قاف اور کاف آئیں تو ادنیٰ درجہ کا اخفاء ہوتا ہے اور اس کو اخفاء بعید کہتے ہیں اور یہ فن کی باریک چیزوں میں سے ہیں اور یاد رکھو کہ یہ درجات نون کے مخرج پر زبان کے اعتماد کرنے اور نہ کرنے کے اعتبار سے ہیں۔ سو اخفاء قریب میں مخرج سے تعلق نہ ہونے کے درجہ میں یعنی اضعف اور متوسط میں ضعیف اور اخفاء بعید میں کسی قدر زیادہ ہوتا ہے نہ اتنا قوی کہ جتنا اظہار تام کی حالت میں ہوتا ہے اور اخفاء کی وجہ یہ ہے کہ جن میں یہ گئے پندرہ حروف سے پہلے نون ساکن اور تنوین میں اخفاء اس لئے ہوتا ہے کہ ان حروف کے مخارج نہ تو نون سے حروف حلقی کے برابر دور ہیں کہ ان سے پہلے اظہار ضروری ہو جاتا ہے اور نہ یرملون کے حروف کی طرح قرب و صفت لازمہ میں نون کے قریب ہیں تا کہ ادغام واجب

لیے شمار نہیں کیا کہ دونوں ساکن کے بعد نہیں آ سکتا (دُرَّةُ الْفَرِيد) اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے
کہ نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج اصلی (کنارہ زبان اور تالو) سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو خیشوم
میں چھپا کر اس طرح پڑھیں کہ نہ ادغام ہو نہ اظہار بلکہ دونوں کی درمیانی حالت ہو یعنی نہ تو اظہار کی طرح
اس کے ادا میں سر زبان تالو سے لگے اور نہ ادغام کی طرح بعد والے حرف کے مخرج سے نکلے بلکہ بدون
دخل زبان کے اور بدون تشدید کے صرف خیشوم سے غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا
جائے اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاد سے میسر نہ ہو اس وقت تک صرف غنہ ہی کے ساتھ پڑھتا
رہے کہ دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہی ہیں جیسے اَنْذَرْتَهُمْ قَوْمًا ظَلَمُوْا

ہو جاتا ہے بلکہ درمیان درمیان ہیں اس کے لیے حکم بھی وہی دیا گیا جو اظہار و ادغام کے درمیان ہے اور وہ اخفاء ہے اس
لیے کہ الف خود ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے بعد ساکن کا تلفظ ممکن نہیں ہے قولہ نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج
اصلی (کنارہ زبان اور تالو) سے علیحدہ رکھ کر اور قولہ نہ تو اظہار کی طرح اس کے ادا میں سر زبان تالو سے لگے

ان دونوں عبارتوں کا مقصد یہ ہے کہ زبان کا کنارہ مسوڑھے سے تھوڑا سا لگتا ہے اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کامل عمل
اور کامل تعلق نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا سا تعلق ہوتا ہے۔ اس طرح کے دخل زبان کی مراد ہے جس طرح کا دخل اظہار میں ہوتا ہے ورنہ
کچھ نہ کچھ دخل تو اخفائی حالت میں بھی ہوتا ہے اور یہی بات کتاب محمد ن مکی کی (تعریف) میں لکھا ہے کہ لَا عَمَلَ
لِلِّسَانِ فِيْهِ تو اس میں مطلقاً عمل لسان کی نفی مراد نہیں بلکہ خاص اس عمل کی نفی مراد ہے جو اظہار کی حالت میں زبان کو تالو کے
ساتھ پورا تعلق اور اعتماد ہوتا ہے۔ جیسا اپنے طریق دلہ الْإِخْفَاءُ بَيْنَ الْإِظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ بتولی سے واقع آتا ہے اور مطلق
عمل لسان کی نفی مانیں تو دو قسم کے نقصانات لازم آتے ہیں (۱) مخرج محقق کا مفقود ہونا لازم آتا ہے (۲) نون کی آواز قریب
بننا ہو جاتی ہے اور اس حالت میں تشدید کا نہ ہونا ظاہر ہے اس لیے کہ جب سر زبان تالو کے ساتھ کسی طرح لگا ہی نہیں تو
تشدید کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا ہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو ان دونوں کو ایک دوسرے کے مشابہ فرمایا ہے تو اس سے
ظاہری مشابہت مراد ہے جو غنہ کی وجہ سے ان میں پیدا ہو جاتی ہے ورنہ حقیقت کی رو سے تو ان دونوں میں بہت فرق ہے کیونکہ
صرف غنہ میں سر زبان تالو سے پوری طرح لگ جاتا ہے اور اخفاء مع الغنہ میں پوری طرح نہیں لگتا نیز اخفاء کو غنہ لازم ہے

﴿ گیارھواں لمعہ ﴾

(الف اور واؤ اور یاء کے قاعدوں [1] میں)

جبکہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہو اور واؤ سے پہلے پیش ہو اور ی سے پہلے زیر ہو اور اس حالت میں ان کا نام مدہ ہے (دیکھو لمعہ نمبر ۳ تشریح نمبر ۱) اور کھڑا زبر اور کھڑی زیر اور الٹا پیش بھی حروف مدہ میں داخل ہیں [2] ہے کیونکہ کھڑا زبر الف مدہ کی آواز دیتا ہے اور کھڑی زیر یائے مدہ کی اور الٹا پیش واؤ مدہ کی ہے۔ اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ مدہ لکھیں گے ہر جگہ اتنے لمبے نام کون لکھے۔

﴿حواشی گیارھواں لمعہ﴾ [1] ابو بسر ملاذن کے آٹھ حرفوں میں سے لام، میم، نون ان چار حرفوں کی صفات عارضہ اوپر الگ الگ چار لمعوں میں یعنی لمعہ نمبر ۷ تا لمعہ نمبر ۱۰ میں بیان ہو چکی ہیں اب واری کے چار حروف باقی رہ گئے سو ان میں سے ہمزہ کے قاعدے تو بارھویں لمعہ کے ضمن میں آئیں گے اور گیارھویں لمعہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تین حروف مدہ اور ان کے ضمن میں حروف لین کے قواعد و احکام بیان فرمائے ہیں [2] چنانچہ الف تو ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے اور واؤ اور یا کی تین تین حالتیں ہیں مدہ، لین، متحرک مگر واؤ یا جب متحرک ہوں تو اس وقت یہ صفات عارضہ سے خالی ہوتے ہیں لہٰذا اس لمعہ میں صرف حروف مدہ اور حروف لین ہی کے متعلق قواعد بیان ہوں گے [3] پھر حروف مدہ کی دو قسمیں ہو گئیں (۱) مکتوبی یعنی جو رسم میں لکھے ہوئے ہوں مثلاً الف واؤ یا (۲) ملفوظی جو لکھنے میں نہ ہوں اور تلفظ میں ہوں مثلاً کھڑا زبر کھڑی زیر الٹا پیش تلفظ دونوں کا ایک ہی حکم ہے

[4] کیونکہ حروف مدہ اور یہ حرکتیں تلفظ میں دونوں یکساں ہیں جیسا کہ اوپر بیان کی گئی مثالوں کے تلفظ سے ظاہر ہے

[5] (۱) مد کے لغوی معنی کھینچنا دراز کرنا لمبا کرنا مد کی تعریف اطالۃ الصوت علی حرف من حروف المد واللین بحسب الروایۃ یعنی حروف مدہ یا حروف لین میں سے کسی حرف پر روایت کے مطابق آواز کو دراز کرنا (۲) محل مد اور شرط مد یہ ہے کہ حروف مدہ یا حروف لین میں سے کوئی حرف پایا جائے پس یہ مد کی اور حرف مد میں سبب

(قاعدہ نمبرا) اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرف مدہ اور یہ ہمزہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں وہاں اس مدہ کو بڑھا کر پڑھیں گے اور اس بڑھا کر پڑھنے کو مد کہتے ہیں جیسے سُوٓءُ بِسُوٓءٍ اِبْتِـآءَ اور اس کا نام مد متصل ہے اور اس کو مد واجب بھی کہتے ہیں اور مقدار اس کی تین الف ویا چار الف ہے اور الف کے اندازہ کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے قاعدہ نمبرا کے قاعدہ میں لکھا گیا ہے پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بند کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جاوے گا مگر یہ مقدار اس مقدار کے علاوہ ہے جو حروف مدہ کی اصلی مقدار ہے مثلاً جَآءَ میں اگر مد نہ ہوتا تو آخر الف کی جتنی تو کچھ مقدار ہے سو اس مقدار کے علاوہ مد کرنے کی مقدار ہوگی۔

الف (۲) ڈھائی الف (۳) تین الف (۴) چار الف اور توسط اس لئے کہ حروف مدہ ضعیف اور ہمزہ قوی ہے اور اس قوت و ضعف کی وجہ سے کلمہ میں ثقل آ جاتا ہے اس ثقل کو دور کرنے کے لئے توسط کرتے ہیں۔

ے اسکو مد متصل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حرف مد اور ہمزہ دونوں ایک ہی کلمہ میں مل کر اور جڑ کر آتے ہیں اور واجب اس لئے کہتے ہیں کہ تمام قراءات اور روایات میں اس کا کرنا واجب اور ضروری ہے۔

ے یاد رہے کہ الف کبھی دو حرکت کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی ایک حرکت کے معنی میں ہوتا ہے اور یہاں الف بمعنی ایک حرکت ہے لہذا مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت مقدار اس کی تین الف یا چار الف ہے اور چوتھی سطر کی عبارت تو آخر الف کی جتنی تو کچھ مقدار ہے سے مد متصل کی دو مقداریں نکلتی ہیں (۱) ڈھائی الف چونکہ تین الف یعنی تین حرکت اور مد اصلی کی مقدار جمع کرنے سے کل مقدار ڈھائی الف ہوئی (۲) تین الف کیونکہ چار الف یعنی چار حرکت اور مد اصلی کی مقدار جمع کرنے سے کل مقدار تین الف ہوئی۔ البتہ جب مد متصل کے ہمزہ پر وقف اسکان یا اشمام کے ساتھ کیا جائے تو طول تین الف چار الف یا پانچ الف کے برابر اولیٰ ہے اس لئے کہ ہمزہ کے ساتھ سکون مل کر مد کا سبب قوی ہو جاتا ہے اور توسط دو الف یا ڈھائی الف یا تین الف یا چار الف کے برابر جائز ہے اور سکون کی وجہ سے قصر جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں سبب اصلی یعنی ہمزہ کا الغاء اور سبب عارضی یعنی سکون وقفی کا اعتبار لازم آتا ہے حالانکہ سکون وقفی ہمزہ کے مقابلہ میں کمزور سبب ہے اور اگر وقف بالروم کریں تو صرف توسط ہی

(قاعدہ نمبر ۴) ۲۰؎ اگر ایک کلمہ میں ۲۱؎ حرف مدہ کے بعد کوئی حرف مشدد ہو جیسے ضَآلِّیْنَ اس میں الف تو مدہ ہے اور اس کے بعد لام پر تشدید ہے اس مدہ پر بھی مد ۲۲؎ ہوتا ہے اور اس کا نام بھی مد لازم ہے اور اس کی مقدار تین الف ہے اور ایسے مد کو کلمی مثقل ۲۳؎ کہتے ہیں۔

(قاعدہ نمبر ۵) بعض سورتوں کے اول میں جو حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں جیسے سورۃ البقرہ کے شروع میں ہے الٓمٓ یعنی الف لام میم ان کو حروف مقطعات ۲۴؎ کہتے ہیں ان میں ایک تو خود الف ہے اس کے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ ۲۵؎ نہیں اور اس کے سوا جو اور حروف رہ گئے وہ دو طرح کے ہیں ایک وہ جن

۲۰؎ مد لازم کلمی مثقل کی تعریف: ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف مشدد ہو مثلاً ضَآلِّیْنَ۔

۲۱؎ اس مد میں ایک کلمہ کی قید اس لئے لگائی کہ اگر حرف مدہ کے بعد دوسرے کلمہ میں کوئی حرف مشدد آئے گا تو وہاں یہ مد نہ ہوگا بلکہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے حرف مدہ حذف ہو جائے گا مثلاً وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ مُلٰقُوا اللّٰہِ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ وغیرہ۔

۲۲؎ یعنی طول بقدر تین یا پورا پانچ الف کے برابر۔

۲۳؎ اس کو مثقل اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرف مدہ کے بعد والا حرف جس کی وجہ سے یہ مد پیدا ہوتا ہے مشدد پڑھا جاتا ہے اور مشدد و مثقل کا مطلب ایک ہی ہے۔

۲۴؎ ان کو مقطعات اس لئے کہتے ہیں کہ مقطعات کے معنی ہیں قطع کئے ہوئے، جدا کئے ہوئے اور یہ حروف بھی کٹے کٹے اور الگ الگ پڑھے جاتے ہیں اور ان سے کلمات مرکب نہیں ہوتے اور یہ حروف کل چودہ ہیں جو اس مجموعہ میں آتے ہیں مَنْ قَطَعَکَ صِلْہُ سُحَیْرًا (اور اس کے معنی یہ ہیں جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے صبح سویرے یعنی بہت جلدی صلہ رحمی کر)

۲۵؎ کیونکہ الف کے تلفظ میں تین حرف ہیں ہمزہ، لام، فا، تینوں میں سے کوئی بھی حرف مدہ نہیں لہذا مد کی بحث سے خارج ہے کیونکہ کلمہ میں مد ہی موجود نہیں۔

میں تین (۲۶) حرف ہیں جیسے لام میم قاف نون اور ایک وہ جن میں دو حرف (۲۷) ہیں جیسے طٰہٰ حا سو جن
میں دو حرف ہیں ان سے متعلق بھی یہاں کوئی قاعدہ نہیں اور جن میں تین حرف ہیں ان پر مد ہوتا ہے اس کو
بھی مد لازم کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے اور ایسے مد کو مد حرفی کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے
جن حروف مقطعہ کے آخر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے ان کی مد کو مد حرفی (۲۸) مثقل کہتے ہیں
جیسے الم میں لام کو جب میم کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے آخر میں تشدید (۲۹) پیدا ہوتی ہے اور جن میں
تشدید نہیں ہے ان کے مد کو مد حرفی مخفف (۳۰) کہتے ہیں۔

---

(۲۶) یعنی جن حروف کے نام پڑھتے وقت تین تین حروف آتے ہیں یہ حروف آٹھ ہیں جو کم عسل نقص میں جمع
ہیں ان میں سے سات حروف میں بیچ کا حرف مدہ ہے جیسے سین اور تیسرا حرف سب میں ساکن ہے اور ایک حرف عین
ہے اس میں بیچ کا حرف لین ہے جیسے کٓھٰیٰعٓصٓ اور حٰمٓ عٓسٓقٓ اور تیسرا حرف ساکن ہے (اس کا بیان اسی قاعدہ نمبر ۵
کے تنبیہ نمبر ۱ میں آ رہا ہے) اس لئے ان آٹھ حرفوں میں سکون لازم کی وجہ سے مد ہوگا۔

(۲۷) اور یہ پانچ حروف ہیں جو حی طہر میں جمع ہیں ان میں قصر اصلی ہے جیسے حا ، را مد فرعی اور زائد بھی اس
لئے کہ ان میں نہ کوئی مد پایا جاتا ہے نہ سبب مد بھی۔

(۲۸) مختصر تعریف یوں یاد کیجئے کہ تین حرفی مقطعات میں حروف مدہ کے بعد مشدد حرف ہو یا تشدید ہو تو اس مد کو طول یعنی
تین یا چار یا پانچ الف کی مقدار کے ساتھ پڑھا جائے۔

(۲۹) میم ساکن کے قواعد میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ میم ساکن کے بعد اگر میم ہو تو وہاں ادغام ہوگا اور ادغام کی وجہ سے میم
مشدد ہو جائے گا اسی قاعدہ کے مطابق لام کی میم کا میم کی پہلی میم میں ادغام ہوا اور تشدید پیدا ہوئی اسی طرح طٰسٓمٓ
کی اصل میں طا سین میم ہے یرملون کے قاعدہ کے موافق نون کا میم میں ادغام ہو کر تشدید پیدا ہوتی ہے اور اس طرح
سین میں مد لازم حرفی مثقل پایا گیا ہے۔

(۳۰) مد لازم حرفی مخفف کی تعریف: تین حرفی مقطعات میں حرف مدہ کے بعد سکون اصلی اور لازمی ہو تو اس مد کو طول یعنی
تین یا چار یا پانچ الف کی مقدار کے ساتھ پڑھا جائے۔

اگر مد نہ کریں تب بھی درست ہے لیکن افضل ۷؎ یہی ہے کہ مد کریں اور اس مد کو لازم لین کہتے ہیں۔

(تنبیہ نمبر ۲:) جو حروف مقطعات اخیر میں ہیں ان پر مد اس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر مابعد سے ملا کر پڑھیں تو پھر مد کرنا نہ کرنا ۸؎ دونوں جائز ہیں جیسے سورہ آل عمران میں الٓمٓ کے میم کو اگر اللّٰہ سے ملا کر ۹؎ پڑھیں تو مد کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ ....

۷؎ مد سے مراد طول و توسط ہے اور مد نہ کرنے سے مراد قصر ہے پس اس میں تین وجہ جائز ہیں لیکن طول افضل اور اولیٰ ہے اس لئے کہ مد فرعی کا سبب سکون اصلی اور لازمی پایا جا رہا ہے نیز یہ کہ اس سے تمام حروف مقطعات کی مقدار مد بالکل یکساں رہتی ہے اس کے بعد توسط کا درجہ ہے اس لئے کہ اس میں حرف مد کے ماقبل کا الف حرکت جیسی تر ہے اور قصر اس کے لئے کہ سکون کا اعتبار ہی نہیں کیا اور قصر نہایت ضعیف ہے نیز یاد رہے کہ مد لازم لین کی مقدار مد دو کی مقدار سے کسی قدر کم ہے اور ہمارے مشائخ کے یہاں قصر والی وجہ معمول اور مروّج نہیں ہے۔

۸؎ اس عبارت کا تعلق سورۃ آل عمران کے شروع میں الٓمٓ سے ہے اس کو مابعد سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں میم پر اجتماع ساکنین علی غیر حدہٖ کی وجہ سے زبر آ جاتی ہے۔ کیونکہ میم لازم السکون ہے اور لازم السکون کو آسان ترین حرکت دی جاتی ہے لہٰذا میم کو زبر دی جائے گی اور کسرہ دینا جائز نہیں کیونکہ توالی کسرات یعنی بہت سے کسروں کا جمع ہونا لازم آئے گا۔ (۱) شروع والی میم کا کسرہ (۲) یا مدہ جو دو کسروں کے قائم مقام ہوتی ہے (۳) آخر والی میم کا کسرہ ان کسرات سے ادائیگی میں ثقل پیدا ہو جائے گا۔

۹؎ الٓمٓ کی کل پانچ صورتیں ہیں: (۱) الٓمٓ کی میم پر وقف جیسے الٓمٓ ۝ اَللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یہ جائز ہے (۲) الٓمٓ کی میم پر سکتہ جیسے الٓمٓ ۝ سکتہ اَللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یہ صورت بھی جائز ہے (۳) وصلاً الٓمٓ کی میم پر زبر اور یاء مدہ میں سکون لازمی کا اعتبار کرتے ہوئے طول جیسے الف لَآم مِّیْمَ ۝ اللّٰہُ یہ جائز ہے (۴) وصلاً الٓمٓ کی میم پر زبر اور یاء مدہ میں توسط جیسے الف لَآم مِیْمَ ۝ اللّٰہُ یہ ضعیف اور غیر معمول ہے (۵) وصلاً الٓمٓ کی میم پر زبر اور یاء مدہ میں حرکت عارضی کا اعتبار کرتے ہوئے قصر جیسے الف لَآم مِیمَ ۝ اللّٰہُ یہ جائز ہے اور بعض لوگ وصل کی صورت میں یائے مدہ کے بعد والے میم کو مشدد پڑھتے ہیں جو بالکل غلط اور نادرست ہے۔

(قاعدہ نمبر ۶) ؎۱ اگر حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو یعنی اس پر وقف
کرنے کے سبب سکون ہو گیا ہو (اور یہ ساکن مقابل ہے اس ساکن کا جو قاعدہ نمبر ۳ کے شروع میں
مذکور ہوا ہے) تو اس مدہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے لیکن کرنا بہتر ہے جیسے
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ پ۱ ؎۱ اور اس کو مد وقفی ؎۲ اور مد عارض بھی کہتے ہیں اور یہ مد تین الف
کے برابر ہے اور اس کو طول بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ دو الف کے برابر مد کریں اور اس کو
توسط کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ ؎۳ کریں یعنی ایک ہی الف کے برابر پڑھیں کہ اس
سے کم میں حرف ہی نہ رہے گا (آگے تنبیہ سوم دیکھو) اس کو قصر کہتے ہیں اور ان میں افضل طول
؎۴ ہے پھر توسط پھر قصر اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کرو ختم تلاوت تک اسی

؎۱ مد عارض وقفی کی تعریف: حرف مدہ کے بعد سکون عارضی ہو یعنی وقف کے سبب سے ساکن ہو جیسے رَّجِیۡمٌ ۝ تَعۡلَمُوۡنَ ۝

؎۱ چنانچہ اس کا نون صرف بحالت وقف ساکن پڑھا جاتا ہے اور وصل کی حالت میں متحرک ادا ہوتا ہے لہٰذا ایسا سکون جو وقف کی وجہ سے ہو سکون عارضی کہلاتا ہے جیسے الرَّجِیۡمِ ۝ تَفۡعَلُوۡنَ ۝

؎۲ کیونکہ یہ مد اس سکون کی وجہ سے ہوتا ہے جو وقف کی وجہ سے عارض ہوتا ہے اور وقفی کہنے کی وجہ بھی اسی سے معلوم ہو گئی۔

؎۳ یعنی مد فرعی بالکل نہ کریں اور یہاں مد نہ کرنے سے یہی مراد ہے کیونکہ مد اصلی جس کی مقدار ایک الف ہے وہ تو ہر حال میں ضروری ہے اس لئے کہ اس کے ادا نہ ہونے سے تو حرف کی ذات ہی باقی نہیں رہتی اور قصر بھی اسی کو کہتے ہیں کہ صرف مد اصلی ادا کیا جائے اور فرعی بالکل نہ کیا جائے اور متن میں جو تنبیہ سوم کا حوالہ دیا گیا ہے تو وہ بھی اسی لئے کہ اس میں مد اصلی اور فرعی کا فرق سمجھایا گیا ہے۔

؎۴ لیکن مد عارض وقفی میں طول، توسط، قصر تینوں جائز ہیں اس بنا پر کہ سکون عارضی و سکون اصلی کا درجہ ... طول اختیار کر لیا تاکہ دو ساکنوں میں فاصل ... جدائی ہو جائے اور توسط اس بنا پر کہ سکون اصلی اور سکون عارضی میں فرق ہو جائے اور قصر اس بنا پر کہ سکون عارضی کا اعتبار ہی نہیں کیا۔ یاد رہے کہ وقف بالروم کی حالت میں صرف قصر ہو گا کیونکہ

کے موافق کرتے چلے جاؤ ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کرو ۲۵؎ یہ بدنما ہے اور یہ مد بھی مد جائز ۲۶؎ کی ایک قسم ہے اور جہاں خود مدہ پر وقف ہو وہاں یہ مد نہیں ۲۷؎ ہوتا جیسے بعض لوگ غَفُوْرًا شَكُوْرًا پر وقف کرکے مد کرتے ۲۸؎ ہیں جو بالکل غلط ہے۔

مد فرعی کا سبب سکون نہیں رہا البتہ وقف بالاشمام میں طول توسط قصر تینوں جائز ہیں۔

۲۵؎ مطلب یہ ہے کہ جب مد عارض کی جگہ ہوں تو ان میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے یعنی اگر پہلی جگہ طول کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی طول کیا جائے اور اگر پہلی جگہ توسط کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی توسط کیا جائے اور اگر پہلی جگہ قصر کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی قصر کرنا چاہیے یہ نہ ہو کہ پہلی جگہ طول کرے دوسری جگہ توسط کرے اور تیسری جگہ قصر کرے کہ یہ بات نہایت قبیح اور بدنما ہے اور قاری ماہر کے واسطے معیوب ہے اور جیسا کہ طول، توسط، قصر میں تساوی اور توافق ہونا چاہیے ایسا ہی مقدار طول، توسط میں بھی برابری اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے یعنی اگر پہلی جگہ تین الفی طول کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی تین الفی طول کرے اور اگر پہلی جگہ چار الفی طول کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی چار الفی طول کرے اسی طرح اگر پہلی جگہ دو الفی توسط کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی دو الفی توسط کرے اور اگر پہلی جگہ ڈھائی الفی توسط کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی ڈھائی الفی توسط کرے۔ علیٰ ہٰذا۔

۲۶؎ اسی لمعہ کے حاشیہ نمبر ۵ میں معلوم ہو چکا ہے کہ مد فرعی کی اجمالی قسمیں چار ہیں واجب جائز لازم عارض۔ پس مد جائز کی دو قسمیں (۱) مد منفصل (۲) مد عارض وقفی۔ پھر مد منفصل کو مد جائز کہنے کی وجہ اسی لمعہ کے حاشیہ نمبر ۱۳ میں گزر چکی ہے اور مد عارض کو مد جائز کہنے کی دو وجوہ ہیں اول یہ کہ اس میں طول، توسط اور قصر تینوں جائز ہیں جیسے کہ حاشیہ نمبر ۲۴ میں گزرا۔ دوم یہ کہ یہ مد صرف وقفاً ہوتا ہے نہ کہ وصلاً بھی۔

۲۷؎ یعنی اگر کسی جگہ حرف مدہ پر وقف ہو جیسے تَعۡزِلُوْا ه حَكِيْمًا ه خَشِيَ ه وغیرہ تو وہاں یہ مد عارض وقفی نہ ہوگا اس لئے کہ مد عارض وقفی کا سبب یعنی سکون نہیں پایا گیا۔ البتہ صرف مد اصلی ہوگا۔

۲۸؎ اسی طرح حروف مدہ موقوفہ کے بعد ہمزہ یا ہائے پیدا کرنے سے بچنا چاہئے جیسے شَكُوْرَاءْ ه یا شَكُوْرَاهْ ه

(تنبیہ نمبر۱:) ۴۹؎ مد عارض جس طرح مد پر جائز ہے اسی طرح لین ۵۰؎ پر بھی جائز ہے یعنی واؤ ساکن جس سے پہلے زبر ہو اور یا ساکن جس سے پہلے زبر ہو (دیکھو لمعہ نمبر ۵ صفت نمبر ۱۳) جیسے وَالصَّیْف پر یا مِنْ خَوْف پر وقف کریں اور جس طرح مد یعنی طول جائز ہے اسی طرح توسط اور قصر بھی مگر اس میں افضل ۵۱؎ قصر پھر توسط پھر طول اور اس مد کو مد عارض لین ۵۲؎ کہتے ہیں۔

(تنبیہ نمبر۲:) حرف لین کے متعلق ایک قاعدہ (لمعہ نمبر۱ قاعدہ نمبر ۵ تنبیہ نمبر۱) میں بھی گزرا ہے دیکھ لو کیونکہ وہاں حروف مقطعات میں سے جو عین ہے اس کی یا ۵۳؎ حرف لین ہے۔

۴۹؎ مد عارض لین کی تعریف: حروف مقطعات کے علاوہ حرف لین کے بعد سکون عارضی یا وقفی ہو تو اس میں طول توسط قصر تینوں وجہیں جائز ہیں اور وقف بالاشمام میں بھی یہ تینوں جائز ہیں البتہ وقف بالروم میں صرف قصر ہوگا جیسے
لَاخَوْفٌ ۰ شَیْءٍ ۰

۵۰؎ یعنی جس طرح مد کے بعد سکون عارضی اور وقفی کے آنے سے مد عارض ہوتا ہے اسی طرح حرف لین کے بعد سکون عارضی کے آنے سے بھی مد عارض ہوتا ہے کیونکہ حرف لین کو حرف مد کے ساتھ ایک طرح کی مشابہت حاصل ہے۔

۵۱؎ اس لئے کہ حرف لین صحیح حرف کے قائم مقام ہے نیز اس لئے کہ طول کی جو علت تھی وہ مفقود ہے اور توسط اس لئے تاکہ دونوں یعنی حروف مد اور حروف لین اور سبب مد دونوں کی رعایت ہو جائے۔ نیز اس لئے کہ عارض وقفی اور عارض لین میں فرق ہو جائے اور طول اس لئے کہ مد فرعی کا سبب موجود ہے نیز اس لئے کہ سبب مد یعنی سکون کی قوت کا لحاظ ہو جائے یہاں ایک باریک فرق اور یہ دیکھنا چاہئے وہ یہ کہ لین کے قصر کی مقدار مد کے قصر کی مقدار سے کم ہوتی ہے اور وجہ اس کی بھی وہی ہے کہ حرف لین کی ذات میں مدیت و درازی نہیں بخلاف مد کے کہ اس کی ذات میں تا مدیت موجود ہے۔

۵۲؎ اس لئے کہ حرف لین کے بعد سکون وقفی اور عارضی پایا جاتا ہے جیسا کہ اصل واؤ اور یا کی ہے اس کو مد لین وقفی بھی کہتے ہیں واللہ اعلم۔

۵۳؎ مگر فرق اتنا ہے کہ اس کا مد لین لازم ہے کیونکہ وہ سکون لازم کی وجہ سے ہوتا ہے اور خوف وغیرہ کا لین عارضی ہے کیونکہ یہ سکون عارضی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(حاشیہ نمبر ۳:) یہاں تک جتنی قسمیں مد کی مذکور ہوئیں یہ سب مد فرعی ۴۴؎ کہلاتی ہیں یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں اور ایک مد اصلی ۴۵؎ ہے اور اس کو ذاتی ۴۶؎ اور طبعی بھی کہتے ہیں یعنی الف اور واؤ اور یاء کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو وہ حرف ہی نہ رہے بلکہ زبر یا پیش یا زیر رہ جائے اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ (قاعدہ نمبر ۷) یہ قاعدہ حروف مدہ سے صرف الف ۴۷؎ کے متعلق ہے وہ یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پُر ہو یعنی یا تو حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو جن کا بیان لمعہ نمبر ۴ صفت نمبر ۵ میں گزر چکا ہے یا حرف را ہو جو کہ مفتوح ہونے سے پُر ہو جاوے گی یا پُر لام ہو جیسے لفظ اللہ کا لام ہے جب کہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو تو ان صورتوں میں الف کو بھی موٹا پڑھیں گے۔ ....

۴۴؎ کیونکہ مد فرعی کی تعریف یہ ہے کہ حرف مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ پایا جائے اور حرف لین کے بعد صرف سکون پایا جائے اور مذکورہ بالا تمام قسموں میں ان میں سے ایک نہ ایک سبب حرف مد یا حرف لین کے بعد ضرور پایا گیا ہے۔

۴۵؎ حاصل یہ ہے کہ مد کی اولاً دو قسمیں ہیں (۱) مد اصلی (۲) مد فرعی جیسا کہ اسی لمعہ کے حاشیہ نمبر ۵ کے نمبر ۱ میں گزرا۔

۴۶؎ ذاتی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ صفت مدیت حروف مدہ کی ذات میں شامل ہے اور ادا نہ ہونے کی صورت میں زبر زیر پیش بن جائیں گے چنانچہ قَالَ قِیْلَ نُوْلُوْا میں اگر مد اصلی نہ کیا جائے تو صرف حرکات ہی رہ جائیں گے۔ اور طبعی اس لئے کہتے ہیں کہ حروف مدہ کو ایک الف کے برابر کھینچنا طبیعت سلیمہ کا تقاضہ ہے۔

۴۷؎ یعنی الف کے باریک اور پُر پڑھنے کے متعلق۔ یاد رہے کہ الف اپنی ادا میں مستقل حیثیت نہیں رکھتا اس لئے یہ ماقبل کے تابع ہوتا ہے لہٰذا حروف مستعلیہ اور مفخم لام و راء کے بعد پُر اور مستفلہ حروف کے بعد باریک پڑھا جاتا ہے اسی طرح مرقق لام اور راء کے بعد بھی باریک پڑھا جاتا ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ ان حرفوں کے پڑھنے میں بھی تفاوت ۸؎ ہے تو ویسا ہی تفاوت اس الف کے پڑھنے میں بھی ہوگا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے سو سب سے زیادہ پُر تو اسم اللہ کا لام ہے اس کے بعد طاء اس کے بعد صاد اور ضاد ان کے بعد ظاء اس کے بعد قاف اس کے بعد غین اور خاء ان کے بعد راء (ھدیۃ التجوید) ۔

۸؎ تفاوت یعنی فرق ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حروف مُفَخَّمَہ کے درجات تو بیان فرمادیے ہیں لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ ان کے ساتھ حروف مستعلیہ کے اظہار کے اعتبار سے جو درجات بنتے ہیں وہ بھی یاد کر لئے جائیں اور وہ یہ ہیں (۱) حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہو جیسے طَآئِفَۃٌ (۲) حرف مفخم مفتوح جو الف کے قبل نہ ہو جیسے ہُمْ يُطِيقُونَ (۳) حرف مفخم مضموم ہو جیسے مُحِيطٌ (۴) حرف مفخم مکسور ہو جیسے رِطْلٌ بَرْ طَابِ (۵) اور ساکن مفخم ماقبل کی حرکت کے تابع ہوتا ہے اور ساکن کے تین درجات ہیں (۱) ساکن مفخم جس کے ماقبل مفتوح ہو جیسے يَقْطَعُونَ (۲) ساکن مفخم جس کے قبل مضموم ہو جیسے يُرْزَقُونَ (۳) ساکن مفخم ماقبل جس کے مکسور ہو جیسے مِرْصَادًا ۔

(۲) وصلی: جو صرف ابتداء یا اعادہ کی حالت میں ثابت رہتا ہے اور وصل کی حالت میں حذف ہو جاتا ہے اب سمجھو کہ دو ہمزوں کے ایک کلمہ میں جمع ہونے کے پانچ قاعدے ہیں (قاعدہ نمبر۱) دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں دونوں متحرک ہوں دونوں قطعی ہوں ان کی تین قسمیں ہیں (۱) دونوں مفتوح ہوں جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ (۲) پہلا مفتوح دوسرا مکسور ہو جیسے ءَاِنَّكَ (۳) پہلا مفتوح دوسرا مضموم ہو جیسے ءَاُنْزِلَ ان کا حکم یہ ہے کہ دونوں ہمزہ خوب صاف طور سے پڑھے جائیں گے سوائے ءَاَعْجَمِيٌّ کے ہمزوں کے اس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل واجب ہے (قاعدہ نمبر۲) دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں پہلا استفہامی مفتوح دوسرا وصلی مفتوح ہو اس کا حکم یہ ہے کہ دوسرے ہمزہ میں تسہیل جائز ہے اور ابدال اولیٰ ہے کیونکہ اس میں تغیر تام ہے اور حذف کرنا جائز نہیں اس لئے کہ انشاء کا خبر کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اور یہ چھ جگہ ہے آٰلْئٰنَ دو جگہ سورہ یونس کے پانچویں اور نویں رکوع میں ءٰآلذَّكَرَيْنِ دو جگہ سورہ انعام کے سترھویں رکوع میں آٰللّٰهُ دو جگہ ایک سورہ یونس کے چھٹے رکوع میں دوسرا سورہ نمل کے پانچویں رکوع میں (قاعدہ نمبر۳) دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں پہلا استفہامی مفتوح دوسرا وصلی مکسور ہو جیسے اَسْتَكْبَرْتَ اَطَّلَعَ اصل میں ءَاِسْتَكْبَرْتَ ءَاِطَّلَعَ تھے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے دوسرے ہمزہ کو حذف کرنا واجب ہے (قاعدہ نمبر۴) دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں پہلا قطعی متحرک دوسرا اصلی ساکن ہو جیسے اٰمَنُوْا اِيْمَانًا اصل میں ءَاْمَنُوْا اِءْمَانًا تھے اس کا حکم یہ ہے کہ دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مدہ سے بدلنا واجب ہے (قاعدہ نمبر۵) دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں پہلا وصلی متحرک دوسرا اصلی ساکن ہو جیسے اِيْتِ اِيْتُوْنِيْ اصل میں اِءْتِ اِءْتُوْنِيْ تھے حکم یہ ہے کہ ابتدا کی حالت میں دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مدہ سے بدلنا واجب ہے اور وصل کی حالت میں پہلا ہمزہ حذف ہو جائے گا اور ابدال درست نہ ہوگا اور دوسرا ہمزہ تحقیق سے پڑھا جائے گا جیسے الَّذِي اؤْتُمِنَ فِي السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِيْ وغیرہ (فائدہ) ہمزہ وصل کی حرکت (۱) حرفوں میں سے لام تعریف کا ہمزہ وصلی مفتوح ہوتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ (۲) اسم کا ہمزہ وصلی مکسور ہوتا ہے اسم کی دو قسمیں ہیں (۱) اسم سماعی اور یہ سات ہیں اِسْمٌ اِبْنٌ اِبْنَةٌ اِمْرَءٌ اِمْرَاَةٌ اِثْنَانِ اِثْنَتَانِ (۲) اسم قیاسی (یعنی مصدر) باب افعال کے علاوہ ثلاثی مزید فیہ یا ثلاثی مزید فیہ اور ملحق بہ رباعی کے تمام مصادر کا ہمزہ وصلی مکسور ہوتا ہے (۳) افعال میں سے ثلاثی مجرد کے امر حاضر اور ثلاثی مزید فیہ رباعی مزید فیہ اور ملحق بہ رباعی کی ماضی معروف ماضی مجہول اور امر حاضر کے تمام صیغوں کا ہمزہ وصلی ہوتا ہے۔

ذرا نرم [1] کرکے پڑھو۔ اس کو تسہیل [2] کہتے ہیں۔

(قاعدہ نمبر ۲) سورہ حجرات کے دوسرے رکوع میں آیا ہے بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ سو اس کو اس طرح پڑھو کہ بئس کے سین پر تو زبر پڑھو اور اس کو بعد کے کسی حرف سے نہ ملاؤ پھر لام جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زیر [3] دے کر بعد کے سین سے ملاؤ پھر میم کو اگلے لام سے ملا دو۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خلاصہ یہ ہے کہ الِاسْمُ کے لام سے آگے پیچھے ....

اگر ہمزہ وصل سمیت تیسرے حرف پر پیش اصلی ہو تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا اور اگر ہمزہ سمیت تیسرے حرف پر پیش عارضی ہو یا زیر یا زبر ہے تو ہمزہ مکسور ہوگا جیسے اِبْنُوْا اُجْتُثَّتْ اِضْرِبْ اِنْفَجَرَتْ اِفْتَحْ اور امْشُوْا اِتَّقُوْا اِبْنُوْا میں چونکہ ضمہ عارضی ہے کیونکہ یہ اصل میں امْشِيُوْا اِتَّقِيُوْا ابنيوا تھے پھر یا پر ضمہ چونکہ ثقیل تھا اس لئے ماقبل حرف کے کسرہ کو زائل کرکے یہ ضمہ اس کی طرف منتقل کر دیا اور پھر اجتماع ساکنین ۔ ۔ ۔ ۔ کی وجہ سے یا حذف ہو گئی اور موجودہ صورت بن گئی۔ اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا بلکہ مکسور ہوگا۔ واللہ اعلم۔

[1] یعنی اس طرح کہ نہ تو تحقیق والے ہمزہ کی طرح قوی اور سخت ادا ہو اور نہ اتنا نرم کہ بالکل الف یا ی سے بدل جائے بلکہ دونوں کی درمیانی کیفیت پر ادا ہو۔

[2] اس کے لغوی معنی یہ ہیں آسان کرنا نرم کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں ہمزہ کو ہمزہ اور اس کی حرکت سے پیدا ہونے والے حرف علت کے درمیان ادا کرنا اور تسہیل ءَاَعْجَمِيٌّ کے ہمزہ کے سوا تین اور کلموں میں بھی ہے جیسا کہ وہ کلمات اوپر مذکور ہوئے لیکن چونکہ وہاں تسہیل کے ساتھ ابدال بھی جائز ہے بلکہ ابدال اولیٰ ہی ہے اور عام طور پر ابدال پڑھی جاتی ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کلموں کو بیان نہیں فرمایا ہے۔

[3] لام پر جو یہ کسرہ آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصل کی رو سے بِئْسَ الْاِسْمُ تھا یعنی ال کے لام اور اسم کی سین ان دونوں میں اجتماع ساکنین علی غیر حدہ (یعنی دو ساکنوں کے جمع ہونے) کی صورت میں پیدا ہوئی اس بنا پر السَّاكِنُ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ کے آخری قاعدہ کے موافق پہلے ساکن (لام) پر کسرہ دے دی گئی یہ بات کہ ابتداء اور

جو دو ہمزہ بشکل الف لکھے ہیں ان کو بالکل مت پڑھو۔

بلاسم الفسوق وغیرہ۔

ف ان دونوں کو بھی اور الفسوق کے شروع میں جو ہمزہ بشکل الف لکھا ہوا ہے اس کو بھی تینوں کو تب پڑھو جب ن میم لام سے مل سکتا ہے جس کے ملانے کی متن میں ہدایت کی گئی۔

(قاعدہ نمبر ۱) جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہئے کہ انہیں مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن میں نشان بنا ہوا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ان قواعد سے وقف کی کیفیات و طرق مراد ہیں جو قبیل ادا سے ہیں مثلاً سکون اشمام ابدال روم وغیرہ اور یہ وقف کے وہ قواعد جو قبیل معانی سے ہیں اور وقف کی محل سے متعلق ہیں یعنی تام کافی حسن قبیح وغیرہ سو وہ اگرچہ علم عربیت پر موقوف ہیں لیکن علیحدہ طور پر نہایت مختصر طریق سے ان کی رموز کا بھی جو دال علی المعانی (یعنی معنی پر دلالت کرنے والی اور مطلب و فہم کلام کا پتہ دینے والی) ہیں (مثلاً م ط ج ز ص وغیرہ) اس مد کے قاعدہ نمبر ۱ کے شروع میں بیان کر دیا ہے سو جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو وہ تو علامات وقف پر ٹھہرے لیکن جو حضرات عربی میں خوب ماہر ہیں ان کے لئے محل وقف کے لحاظ سے وقف کی چھ قسمیں ہیں نمبر ۱ وقف تام' نمبر ۲ وقف کافی' نمبر ۳ وقف حسن' نمبر ۴ وقف قبیح' نمبر ۵ وقف لازم' نمبر ۶ وقف اقبح' (نمبر ۱ وقف تام کی تعریف) کہ موقوف علیہ پر جملہ اور مضمون پورا ہو جاتا ہو اور ما بعد سے لفظی و معنوی تعلق نہ ہو جیسے سورۃ فاتحہ میں یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اور نَسْتَعِیْنُ ○ اور سورۃ البقرہ میں هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(نمبر ۲ وقف کافی کی تعریف) کہ موقوف علیہ پر جملہ پورا ہو جاتا ہو اور ما بعد سے لفظی تعلق نہ ہو البتہ معنوی تعلق ہو جیسے هُمْ یُوْقِنُوْنَ' وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ' وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ○ (نمبر ۳ وقف حسن کی تعریف) کہ موقوف علیہ پر جملہ پورا ہو جاتا ہو لیکن ما بعد سے لفظی تعلق بھی اور معنوی تعلق ہو جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور یہ وقف حسن آیت پر بھی ہوتا ہے جیسے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ اور آیت کے درمیان میں بھی ہوتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اگر یہ وقف حسن آیت پر ہو تو ما بعد سے ابتدا کریں گے اور اگر یہ وقف حسن آیت کے درمیان ہو تو ما قبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے۔

(نمبر ۴ وقف لازم کی تعریف) وقف لازم کا ایسے موقع پر کرنا ضروری اور لازمی ہے اور وصل کرنے سے نامناسب اور مقصود کے خلاف معنی متوہم ہوتے ہوں جیسے وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○ وقف لازم اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا (نمبر ۵ وقف قبیح کی تعریف) کہ موقوف علیہ جملہ کا ایک جز بنتا ہو جیسے اَلْحَمْدُ اور ذٰلِکَ الْکِتٰبُ اس کا حکم یہ ہے کہ ما قبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے (نمبر ۶ وقف اقبح کی تعریف) جس جگہ وقف کرنے سے نامناسب اور مقصود کے خلاف معنی متوہم ہوتے ہوں اسے وقف اقبح کہتے ہیں جیسے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ پر وقف

بلا ضرورت بیچ میں نہ ٹھہرے البتہ اگر بیچ میں سانس ٹوٹ جاوے تو مجبوری ہے پھر اگر مجبوری سے
ایسا ہو تو چاہیئے کہ جس کلمہ پر ٹھہر گیا تھا اس سے یا اوپر سے پھر لوٹا کر اور مابعد سے ملا کر پڑھے اور
اس کا کچھ حصہ یا کلمہ الا سے پڑھوں۔ ....

کرنا اور لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر وقف کرنا اور وَمَا مِنْ اِلٰہٍ پر وقف کرنا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ نشانات علماء نے
قرآن مجید کے معانی و مطالب میں غور کر کے عام لوگوں کی سہولت کے لئے لگائے ہیں تاکہ بے موقع وقف کرنے سے
غلط معنی کا وہم پیدا نہ ہو اور وہ نشانات یہ ہیں۔ گول دائرہ م ط ج ز وغیرہ جن علامات پر نہیں ٹھہرنا چاہئے وہ یہ ہیں لا ان
نشانوں کے بیچ میں یعنی درمیانی کلمات میں نہ ٹھہرے البتہ اضطراری حالت میں ان علامات وقوف کے درمیان میں
سانس ٹوٹ جائے اور آگے چلنے کی طاقت نہ رہے تو ان رموز کے درمیان میں بھی وقف کر سکتا ہے لیکن کلمہ موقوفہ
اس کے بھی ماقبل سے لوٹا کر پڑھے۔ واللہ اعلم۔ بہتر ہے کہ کلام مربوط اور مسلسل ہو جائے تاکہ درمیان میں ٹھہرنے کے بعد
آگے پڑھنے کی صورت میں معنی کے سمجھنے میں غلطی لگ جانے کا جو امکان ہو یہ اس سے بھی محفوظ رہے الا۔ تلاوت
کے اعتبار سے ابتداء کی دو قسمیں ہیں (نمبر۱) اختیاری یہ جو وقف تام اور وقف کافی اور آیت کے بعد ہو۔
(نمبر۲) اضطراری جو طالب کو سمجھنے کے لئے سوال جگہ سے ابتداء کی ہے اور نہ جگہ سے غلط ہے لہذا ابتدا اضطراری
نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں سانس کی تنگی یا اور کسی طرح کی مجبوری پیش نہیں آتی اور چونکہ ابتدا وقف کے بعد ہوتی ہے
اس لئے مواقع وقف کے اعتبار سے ابتداء کی چار قسمیں ہیں (۱) ابتدا احسن (۲) ابتدا حسن (۳) ابتدا قبیح
(۴) ابتدا اقبح (ابتدا احسن کی تعریف) وقف تام اور لازم کے بعد ابتدا احسن ہے جیسے سورۃ تحریم نَسْتَعِيْنُ ۝ کے
بعد اِهْدِنَا سے ابتداء کرنا اور هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ کے بعد اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے ابتداء کرنا اور وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ پر وقف لازم کرنے کے بعد اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے ابتدا کرنا (نمبر۲) ابتدا حسن کی تعریف وقف
کافی اور وقف حسن کے بعد اور آیت پر ابتدا حسن ہے جیسے يُنْفِقُوْنَ ۝ پر وقف کرنے کے بعد وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
سے ابتدا کرنا اور هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ پر وقف کرنے کے بعد اُولٰٓئِكَ سے ابتدا کرنا اور هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ پر وقف حسن کر کے
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ سے ابتدا کرنا۔

نمبر۳ ابتداء اقبح کی تعریف آیت کے درمیان وقف حسن کے بعد ابتدا کرنے کو ابتدا قبیح کہتے ہیں۔

یا اوپر لائے بدون معنی سمجھے ہوئے مشکل ہے جب تک معنی سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تب کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے اور ایسی مجبوری کے وقف میں ایک اس کا خیال رہے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے۔

جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پر وقف کرنے کے بعد رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے ابتداء کرنا اور وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ پر وقف کرنے کے بعد وَمَا اُنْزِلَ سے ابتداء کرنا (نمبر ۴) ابتداء قبیح کی تعریف۔ وقف قبیح کے بعد ابتداء کرنے کو ابتداء قبیح کہتے ہیں جیسے اَلْحَمْدُ پر وقف کرنے کے بعد لِلّٰهِ سے ابتداء کرنا اور وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ پر وقف کرنے کے بعد بِمَا اُنْزِلَ سے ابتداء کرنا اور اسی طرح کفار و منافقین و مشرکین کے مقولے سے ابتداء کرنا اس کو بھی ابتداء قبیح کہتے ہیں جیسے وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ سے ابتداء کرنا یا وَقَالَتِ النَّصٰرٰی پر وقف کر کے الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ سے ابتداء کرنا۔ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدظلہ نے اپنی کتاب التحفۃ المرضیۃ میں کل ابتدا کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں اور پانچویں قسم ابتداء مجمع ہے (نمبر ۵) ابتداء مجمع کی تعریف۔ جو ابتداء آیت پر وقف کرنے کے بعد ہو خواہ وہاں مابعد سے ماقبل کا تعلق ہو خواہ نہ ہو۔ الغرض جو حضرات معنی و تفسیر اور ترکیب نحوی سے واقف نہ ہوں ان کو چاہئے کہ درمیان میں ٹھہر جانے کی صورت میں اسی جگہ سے دہرائیں جہاں وقف کا نشان بنا ہوا ہے اگر وقف کے نشان سے سانس کی تنگی کی وجہ سے لوٹانا دشوار ہو اور پھر بھی اندیشہ ہو کہ سانس اگلی علامت وقف سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا تو پھر کسی ماہر قاری اور عالم عربی دان سے محل اعادہ کی تعیین کر لے لیکن جو حضرات معنی و تفسیر اور ترکیب نحوی سے واقف ہوں ان کے لئے محل اعادہ کی چار قسمیں ہیں (۱) اعادہ احسن (۲) اعادہ حسن (۳) اعادہ قبیح (۴) اعادہ اقبح۔

(نمبر ۱) اعادہ احسن کی تعریف۔ وقف قبیح کے بعد اعادہ کرنے یعنی لوٹانے کو اعادہ احسن کہتے ہیں اسی طرح فعل کو چھوڑ کر فاعل سے مبتدا کو چھوڑ کر خبر سے اور موصوف کو چھوڑ کر صفت سے مفسر کو چھوڑ کر تفسیر سے یا ممیز کو چھوڑ کر تمیز سے ذوالحال کو چھوڑ کر حال سے اعادہ کرنے یعنی (لوٹانے) کو اعادہ احسن کہتے ہیں (نمبر ۲) اعادہ حسن کی تعریف آیت کے درمیان وقف حسن کے بعد اعادہ کرنے یعنی لوٹانے کو اعادہ حسن کہتے ہیں (نمبر ۳) اعادہ قبیح کی تعریف وقف کافی اور آیت پر وقف حسن کے بعد اعادہ کرنے یعنی لوٹانے کو اعادہ قبیح کہتے ہیں۔

بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے اور یہ بھی جان لو کہ وقف کرنا حرکت پر غلط ہے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں مثلاً کسی شخص کا سانس سورہ بقرہ کے شروع میں بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے کاف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کاف کو ساکن کر دینا چاہیے زبر کے ساتھ وقف نہ کریں اسی طرح بے سانس توڑے وقف ــــ

(نمبر ۲) اعادہ واقع کی تعریف وقف تام اور لازم کے بعد اعادہ کرنے یعنی لوٹانے کو اعادہ واقع کہتے ہیں (۳) کلمہ کے درمیان میں وقف کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں نہ اس وقت جب کسی مجبوری کے بغیر مناسب مقام پر اختیار اور ارادہ سے امام کے لئے وقف کریں جس کو وقف اختیاری کہتے ہیں اور نہ اس وقت جب کسی مجبوری یعنی نسیان، کھانسی اور چھینک، جمائی، عجز و حصر تنفس (یعنی سانس کا بند ہو جانا) وغیرہ کی وجہ سے وقف کیا جائے جس کو وقف اضطراری کہتے ہیں مگر چونکہ مجبوری کی حالت میں ایسی باریک باتوں کی طرف عموماً توجہ نہیں ہوتی اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ وقف کرے تو کلمہ مقطوعہ (یعنی دو کلمے الگ الگ لکھے ہوں) کے آخر میں کرے۔ اور دو کلمہ کے درمیان میں وقف جائز ہے اور دو کلمہ موصولہ (یعنی دو کلموں کو ملا کر لکھے ہوں) کے آخری حرف پر چنانچہ وَالشَّمْسِ میں سین پر اور وَالشَّمْسِ میں میم پر اور اسی طرح سُوْرَة هُوْد کے پہلے رکوع کے اَلَّا میں الف پر اور سُوْرَة يُوْنُس کے چوتھے رکوع کے اَيْنَ میں اَيْن پر اور فَاَيْنَمَا میں فَاَيْنَ پر وقف اضطراری بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ اَلَّا میں (ی) اور الشَّمْسِ میں تو کلمہ کے درمیانی حروف ہیں اور اَلَّا میں نون اور اَيْنَ میں الف کا میم اور فَاَيْنَمَا میں فَاَيْنَ کا نون گو ہیں تو کلمہ کے آخر میں مگر چونکہ اَلَّا اور مِنْ اور مَا سے موصول یعنی ملا کر لکھے ہوئے ہیں اس سے ان پر بھی وقف کرنا جائز نہیں حاصل یہ کہ کلمہ مقطوعہ کے وسط میں اور اسی طرح کلمہ موصولہ کے وسط و آخر دونوں پر وقف کرنا گو وہ اضطراری ہی کیوں نہ ہوتی ہے جس سے احتراز لازم ہے (۴) واضح ہو کہ حرکت پر وقف کرنا بالکل ممنوع ہے البتہ وقف بالروم میں حرکت کا تہائی حصہ ادا کرنا جائز و درست ہے جیسا کہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ المُقَدِّمَة الجَزَرِيَّة میں فرماتے ہیں۔

وَحَاذِرِ الْوَقْفَ بِكُلِّ الْحَرَكَهْ اِلَّا اِذَا رُمْتَ فَبَعْضُ الْحَرَكَهْ ۔ ترجمہ اور پوری حرکت کے ساتھ وقف کرنے سے پرہیز کر لیکن جب تو روم کرے گا تو پھر حرکت کا کچھ حصہ یعنی تہائی حصہ پڑھا جائے گا۔ اور جیسا کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہے کہ وہ اِلَيْكَ، يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ تَفْعَلُوْنَ ۝ اور نَصِيْر ۝ جیسی مثالوں میں سانس اور آواز

موافق وقف جائز نہ کریں گے مثلاً انا میں جو الف نون کے بعد ہے وہ ویسے تو پڑھنے میں نہیں آتا لیکن

اور لفظ کَاَیِّنْ کی اصل کو نظر رکھتے ہوئے عَلَیْہِمْ عَلَیْکُمْ کی طرح زیری تنوین کے حذف کے ساتھ کَاَیِّنْ کی یا پر
وقف نہ کریں گے کیونکہ وقف تابع رسم الخط کے ہے محذوف فی الرسم کی مثالیں اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ، یٰاَیُّهَ السّٰحِرُ، اَیُّهَ
الثَّقَلٰنِ ان تینوں میں اَیُّهَ کا الف وقفاً وصلاً محذوف ہی رہے گا اور اصلی حالت کے لحاظ سے ثابت نہ ہوگا پھر ان کلمات
میں الف کا حذف شمول قراءت کی وجہ سے ہے تاکہ ابن عامر کی ضمہ والی قراءت اَیُّهُ کو بھی شامل ہو جائے اسی طرح
وَلَمْ یُؤْتَ اور وَلَا یَاْبَ میں بھی الف محذوف ہے وصل کی موافقت کی وجہ سے حالانکہ ان کلمات میں اصل کی رو سے
الف ثابت ہے اور وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ، وَیَمْحُ اللّٰهُ، یَدْعُ الدَّاعِ، وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ، فَلْیَدْعُ سَنَدْعُ
الزَّبَانِیَةَ اور وَلَا تَقْفُ وَنَنْهَرْ ذٰلِکَ ان کلمات میں وصل کی موافقت کی وجہ سے واو محذوف ہے حالانکہ ان کلمات
میں اصل کی رو سے واو ثابت ہے اور وَلَا تَتَّبِعْ وَاتَّقُوْنِ فَارْهَبُوْنِ فَاتَّقُوْنِ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ وَاخْشَوْنِ الْیَوْمَ
نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ، مَتَابِ، عِقَابِ، وَعِیْدِ، یٰقَوْمِ، یٰرَبِّ وغیرہ میں بھی یا وصل کی موافقت کی وجہ سے محذوف ہے
حالانکہ ان کلمات میں بھی اصل کی رو سے ثابت ہے اور فَمَآ اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ کی رسم کا تقاضا تو یہ ہے کہ وقفاً اس میں یا
محذوف ہو یعنی فَمَآ اٰتٰنِ کیونکہ یہ محذوف فی الرسم ہے لیکن حفص اسی لفظ میں وقفاً یا کا اثبات بھی جائز ہے یعنی فَمَآ اٰتٰنِیْ
اور وجہ یہ ہے کہ حفص اس یا کو وصلاً مفتوح پڑھتے ہیں اس لئے وصل کی رعایت سے اثبات اور رسم کے اعتبار سے
حذف دونوں وجوہ جائز ہیں اور اثبات یا اولیٰ اور طریق شاطبیہ کی موافق ہے البتہ اگر تلفظ فی الرسم کی وجہ سے غیر
مرسوم ہوگا تو اس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہوگا اس کی مثال یَخْشٰی، یَسْتَحْیٖ، وَلَنَبْلُوَنَّ، وَاِنْ تَلْوٗا، [illegible] [illegible]،
سُوْءٰهُ، کُرَاءٌ، الْجَنَّتَیْنِ وغیرہ نون ساکنہ مخففہ وَلَیَکُوْنًا، لَنَسْفَعًا اور لفظ اِذًا قرآن میں جہاں بھی آئے
جیسے اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ وغیرہ میں ان تینوں میں رسم کی موافقت کی وجہ سے وقفاً الف پڑھتے ہیں حالانکہ اصل کی رو سے پہلے
دو میں نون ساکنہ خفیفہ ہے اور تیسرے میں نون وصلی وہ بنائی ہے مگر چونکہ تینوں کلمات میں نون ساکنہ دو زبر کی تنوین کی
طرح بشکل الف مرسوم ہے اس لئے وقف بھی متابعت رسم میں نون کے بغیر اور اثبات الف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور
مقطوع اور موصول کا قاعدہ یہ ہے کہ دو مقطوع کلمات میں سے ہر ایک پر اور دو موصول کلمات میں سے فقط ثانی پر وقف
جائز ہے مقطوع کی مثال اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا اور موصول کی مثال اَلَّا تَجْمَعَ ہے جیسے یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ضمناً

اگر اس کلمہ پر وقف کیا جاوے گا تو پھر اس الف کو بھی پڑھیں گے اور پھر جب اس کلمہ کو ملا دیں گے تو
اس وقت چونکہ مابعد سے ملا کر پڑھیں گے اس لیے یہ الف نہ پڑھا جاوے گا ان باتوں کو خوب
سمجھ لو اور یاد رکھو اس میں بڑے بڑے حافظ غلطی کرتے ہیں۔ (تنبیہ) قاعدہ مذکورہ کے اخیر میں
جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق وہاں وقف کرو اس قاعدہ سے یہ الفاظ مستثنیٰ ہیں

وقف بالاثبات اور وقف بالحذف کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ وقف بالاثبات کی تعریف یہ ہے جو حرف وصلاً حذف ہو جاتا
ہو اسے وقفاً ثابت رکھ کر سانس اور آواز کا توڑ دینا جیسے وَادْخُلُوا الْبَابَ میں واو کو ثابت رکھ کر اور لفظ اَنَا کے الف کو
اور ایسے ہی لٰكِنَّا ، الظُّنُوْنَا ، الرَّسُوْلَا ، السَّبِيْلَا میں وقفاً الف کو ثابت رکھ کر سانس اور آواز کا توڑ دینا۔ وقف
بالحذف کی تعریف۔ جو حرف وصلاً پڑھا جاتا ہو اسے وقفاً حذف کر کے سانس اور آواز کا توڑ دینا جیسے فَمَا اٰتٰنِیَ اللّٰہُ
کو فَمَا اٰتٰنِ پڑھنا۔ ہاں حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس قاعدہ نمبر ۱ کے اخیر میں مذکورہ بالا پانچ اہم امور کی طرف توجہ
دلاتے ہیں کہ وقف میں ان پانچ باتوں کا خوب خیال رکھو۔

نمبر ۱ غیر عربی دان رموز اوقاف پر ہی وقف کریں بلا ضرورت بیچ میں وقف نہ کریں۔

نمبر ۲ وسط کلمہ پر وقف نہ کریں کیونکہ کلمہ مقطوعہ کے وسط پر اور اسی طرح کلمہ موصولہ کے وسط جیسے فاینما کی یا پر اور
آخر یعنی فاین کے نون پر وقف کرنا جائز نہیں۔

نمبر ۳ حرف موقوف علیہ کو ساکن کر دینا کیونکہ حرکت کے ساتھ وقف کرنا جائز نہیں البتہ وقف بالروم میں حرکت کا
تہائی حصہ ادا ہوتا ہے جس کا بیان عنقریب قاعدہ نمبر ۲ میں آ رہا ہے۔

نمبر ۴ حرف موقوف علیہ پر سانس اور آواز کا توڑ دینا۔

نمبر ۵ جو کلمہ جس طرح لکھا ہوا ہے اس کو اسی طرح پڑھنا اور وقف میں ان سب باتوں کا خیال رکھنا ہر حال میں ضروری
ہے۔ مجبوری کے وقت میں بھی اور اس وقت بھی جب وقف اختیاری کیا جائے وہ اسی لئے کہا گیا کہ وقف رسم الخط کے
تابع ہوتا ہے مثلاً گول ۃ بصورت ھا ہوتی ہے اس کو وقف میں ہ پڑھتے ہیں۔ دو زبر کی تنوین بصورت الف لکھی ہوتی
ہے اس لئے اس کو الف سے بدل کر وقف کرتے ہیں بخلاف اس کے زیر، پیش کی تنوین کے ساتھ کوئی حرف لکھا ہوا

اَوْ یَعْفُوَا سورہ بقرہ کے اکتیسویں رکوع میں اور اَنْ تَبُوْءَا سورہ مائدہ کے پانچویں رکوع میں اور لِتَتْلُوَا سورہ رعد کے چوتھے رکوع میں اور لَنْ نَّدْعُوَا سورہ کہف کے دوسرے رکوع میں اور لِیَرْبُوَا سورہ روم کے چوتھے رکوع میں اور لِیَبْلُوَا سورہ محمد کے اول رکوع میں اور نَبْلُوَا سورہ محمد کے چوتھے رکوع میں اور ثَمُوْدَا چار جگہ سورہ ہود[1] اور سورہ فرقان میں سورہ عنکبوت اور سورہ نجم میں اور دوسرا قَوَارِیْرَا [2] سورہ دہر کے پہلے رکوع میں ان سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جاتا نہ وصل میں نہ وقف میں اور لفظ لٰکِنَّا خاص[3] سورہ کہف میں اور الظُّنُوْنَا اور الرَّسُوْلَا اور السَّبِیْلَا یہ تینوں سورہ احزاب میں[4] اور........

نہیں ہوتا لہذا وقف میں تنوین کا نون حذف ہوتا ہے مگر لفظ کَاَیِّنْ میں نون پڑھا گیا ہے حالانکہ نون تنوین ہے کیونکہ لکھا ہوا ہے اور لَنَسْفَعًا وغیرہ میں الف کو ساکن کر کے وقف کیا گیا اور لَنْ میں الف جو پیدا ہونے والا ہے وہ نہیں پڑھا جاتا کیونکہ وہ لکھا ہوا نہیں اور بہ میں کسرہ زیر سے پیدا ہونے والی یاء وہ نہیں پڑھی جاتی کیونکہ یا لکھی ہوئی نہیں۔

[1] یعنی یہ الفاظ اس قاعدہ سے خارج ہیں اور ان میں سے سات الفاظ جو یعفوا سے نبلوا تک ہیں ان کے آخر کے الف تو وصل کی طرح وقف میں بھی حذف ہو رہتے ہیں کیونکہ الف فاصل ہے واو عاطفہ اور واو نفس کلمہ میں فرق کرنے کے لئے نیز الف کلمہ کی تمامیت و کاملیت پر دلالت کرتا ہے اور اصل وجہ روایت و نقل کی اتباع ہے۔ اور اَنْ تَتْلُوَا بھی انہی سات میں شامل ہے اس پر محل وقف کی نوبت نہ آنے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا۔

نمبر ۸ اور ۹ یعنی ثَمُوْدَا اور دوسرا قَوَارِیْرَا ان دو میں الف زائد شمول قرأت کے لئے لکھتے ہیں تاکہ بعد تنوین والی قرأت یعنی ثَمُوْدًا اور قَوَارِیْرًا کو بھی شامل ہو جائے[1] سورہ ہود کے چھٹے رکوع میں لفظ ثَمُوْد تین مرتبہ آیا ہے مگر یہاں اس سے مراد صرف اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا ہے کیونکہ الف اسی کے آخر میں لکھا ہوا ہے[2] الف شمول قرأت کے لئے ہے بعض تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بعض بغیر تنوین کے پڑھتے ہیں اور کسی وقف نہ ہونے کی وجہ سے وقفاً الف نہیں پڑھتے[3] لٰکِنَّا کی اصل لٰکِنْ اَنَا ہے اور اَنَا کی اصل اَنْ بغیر الف ہے پھر خلاف قیاس ہمزہ کو حذف کر کے نون کا نون میں ادغام کر دیا اصل کا اعتبار کرتے ہوئے وصلاً الف نہیں پڑھتے اور رسم کا اعتبار کرتے ہوئے وقفاً الف پڑھتے

سَلٰسِلَاۡ ؔ۵ اور پہلا قَوَارِیۡرَا یہ دونوں سورۂ دہر میں اور لفظ اَنَا جہاں ؔ۶ کہیں آوے تمام قرآن
میں ان تمام لفظوں میں بحالت وصل الف نہیں پڑھا جاتا اور حالت وقف میں الف پڑھا جاتا ہے مگر
خاص ؔ۷ لفظ سَلٰسِلَاۡ کو حالت وقف میں بدون الف پڑھنا بھی مروی ہے یعنی سَلٰسِلْ
(قاعدہ نمبر ۲۸) جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتلانے کی نہیں ۲۹
اور اگر وہ متحرک ہے تو اس پر وقف کرنے کے تین طریقے ہیں ایک تو یہی جو سب جانتے

تھا اور خاص سورہ کہف میں اس لئے کہا کہ اور موقعوں میں نون کے بعد الف زائد نہیں لکھا ہوا مثلاً وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ وغیرہ ؔ۵ ان کلمات میں اصل کا اعتبار کرتے ہوئے وصلاً الف نہیں پڑھتے کیونکہ ان کی اصل
الظُّنُوْنَا الرَّسُوْلَا السَّبِيْلَا بغیر الف ہے اور رسم کا اعتبار کرتے ہوئے وقفاً الف پڑھتے ہیں نیز یہ الفات طول
قرأت کے لئے ہیں جیسا کہ شاطبی شرح وصلاً الف پڑھتے ہیں نیز رعایت مشابہت فواصل یعنی بَصِيْرًا اور
وَلَا نَصِيْرًا اور كَبِيْرًا جیسی آیات کی ؔ۶ سَلٰسِلَا اور قَوَارِيْرَا میں الف نہیں قرأت کے نسخے دوسری
قرأت سَلٰسِلًا اور قَوَارِيْرًا ہے کل وقف ہونے کی وجہ سے اور رعایت فواصل (یعنی آیات) کی وجہ سے نیز اتباع
رسم میں وقفاً الف پڑھتے ہیں۔ نیز پہلا قَوَارِيْرَا اس لئے کہا کہ دوسرے قَوَارِيْرَا کا حکم اس سے پہلے اَرِيْضًا
وغیرہ کے ساتھ بیان ہو چکا ہے ؔ۷ لفظ اَنَا میں الف کا ثابت رکھنا التباس سے بچنے کے لئے ہے کیونکہ اگر الف نہ
پڑھیں تو وقفاً نون کو ساکن کرنا پڑتا اور اس سے یہ اَنْ ناصبہ یا اَنْ مُخَفَّفَہ یا اَنْ مُفَسِّرَہ کے ساتھ مشابہ ہو جاتا اور
وجہ یہ ہے کہ بعض لغات میں لفظ اَنْ بلا الف لکھا جاتا ہے اور بعض میں الف سے لکھا جاتا ہے پس اصل کا اعتبار کرتے
ہوئے وصلاً الف نہیں پڑھتے اور رسم کا اعتبار کرتے ہوئے وقفاً الف پڑھتے ہیں ؔ۸ لفظ سَلٰسِلَا میں پہلے لام کے بعد
والا الف باتفاق محذوف فی الرسم ہے اور دوسرے لام کے بعد والا الف تمام قرآنوں میں مرسوم ہے البتہ وقفاً اثبات
الف اور حذف دونوں صحیح ہیں یعنی رسم کی پیروی کرتے ہوئے اثبات الف اور اصل کا اعتبار کرتے ہوئے حذف الف
اور حذف کی صورت میں وقف لام پر ہوگا اور وہ ساکن ہوگا یعنی سَلٰسِلْ لیکن اثبات الف شاطبیہ کے طریق کے موافق
ہے اور یہی اولیٰ ہے (قاعدہ نمبر ۲۸) ؔ۹ اس قاعدے میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کیفیت وقف کی اقسام میں سے

کہ اس کو ساکن ۱ع کر دیا جاوے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت خفیف سا
ظاہر کیا جاوے اس کو روم ۲ع کہا جاتا ہے اور اندازہ اس کا حرکت کا تہائی حصہ ہے اور یہ زبر میں ۲ع
نہیں ہوتا صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ کے ختم پر میم پر بہت ذرا سا زیر پڑھ دیا
جاوے کہ جس کو بہت پاس والا سن سکے یا نَسْتَعِیْنُ کے نون پر ایسا ۳ع ہی ذرا پیش پڑھ دیا
جاوے اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے نون پر چونکہ زبر ہے یہاں ایسا نہ کریں گے تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس
حرکت کا اشارہ صرف ہونٹوں سے کر دیا جاوے یعنی پڑھا بالکل نہ جاوے بلکہ اس حرکت کے ظاہر
پڑھنے کے وقت ہونٹ جس طرح بن جاتے اسی طرح ہونٹوں کو بنا دیا جاوے اور حرف کو بالکل
ساکن ہی پڑھا جاوے اور یہ اشمام ۴ع کہلاتا ہے اور اس کو پاس والا بھی نہیں سن سکتا کیونکہ اس میں

۱ع وقف بالسکون، وقف بالاسکان، وقف بالروم، وقف بالاشمام کو بیان فرمایا ہے اور وقف بالاثبات اور وقف بالحذف کو
قاعدہ نمبر ۱ میں اجتماع رسم کے ضمن میں اور وقف بالابدال کو قاعدہ نمبر ۳ ۔ ۵ کے ضمن میں بیان فرمایا ہے اور وقف
بالالحاق کو ظاہر و مشہور ہونے کی وجہ سے بیان نہیں فرمایا۔ نیز وقف بالالحاق کی تعریف یہ ہے ہائے سکتہ پر وقف کرنے
کو وقف بالالحاق کہتے ہیں جیسے لَمْ یَتَسَنَّهْ ۲ع اس کو وقف بالسکون کہتے ہیں یعنی حرف موقوف علیہ ساکن پر سانس اور
آواز کا توڑ دینا جیسے فَحَدِّثْ ۳ع اس کو وقف بالاسکان کہتے ہیں اسکان کے لغوی معنیٰ ہیں ساکن کرنا یا آرام دینا اور
حرف کو بے حرکت کرنا اور تعریف یہ ہے حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن کر کے سانس اور آواز کا توڑ دینا جیسے
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور یہ وقف بالاسکان ایک زبر ایک زیر دو زیر ایک پیش دو پیش پر ہوتا ہے۔ ایک زبر کی مثال جیسے
تَفْعَلُوْنَ ایک زیر کی مثال جیسے یَوْمِ الدِّیْنِ دو زیر کی مثال جیسے مِنْ نَّذِیْرٍ ایک پیش کی مثال جیسے نَسْتَعِیْنُ دو پیش کی
مثال عَظِیْمٌ ۴ع روم کے لغوی معنیٰ ہیں قصد کرنا تلاش کرنا چاہنا ارادہ کرنا اور تعریف یہ ہے حرف موقوف علیہ مکسور یا
مضموم پر آواز کو پست کر کے حرکت کا تہائی حصہ ادا کرنا اور سانس اور آواز کا توڑ دینا اور یہ وقف بالروم ایک زیر دو زیر
ایک پیش دو پیش پر ہوتا ہے ایک زیر کی مثال یَوْمِ الدِّیْنِ دو زیر کی مثال مِنْ نَّذِیْرٍ ایک پیش کی مثال نَسْتَعِیْنُ
دو پیش کی مثال نَبِیٌّ نیز روم کا فائدہ یہ ہے کہ سننے والے کو حرف موقوف علیہ کی حرکت کا پتہ چل جاتا ہے اور کلام

اصل میں وَيَتَّقِيهِ تھا یا مقام جزم میں واقع ہونے کی وجہ سے حذف ہوگئی وَيَتَّقِهِ ہوگیا پھر تخفیفاً قاف کو بھی ساکن کردیا
وَيَتَّقْهِ ہوگیا۔ (نمبر۴) یہ ہا صحیح ساکن کے بعد ہو جیسے مِنْهُ وَاسْتَغْفِرْهُ تو یہ ہا بھی اصل کی موافقت کی وجہ سے مضموم
پڑھی جائیگی۔ اور ان صورتوں میں روم واشمام کے بارہ میں تین مذاہب ہیں اول۔ محققین کی ایک جماعت کی رائے پر
پہلی دو صورتوں میں روم واشمام جائز نہیں اور دوسری دو صورتوں میں جائز ہے کیونکہ پہلی دو صورتوں میں کسرہ اور یاء
ساکنہ یعنی مدہ یالین کے بعد اور ضمہ واو ساکنہ یعنی مدہ یالین کے بعد کسرہ اور ضمہ کی طرف اشارہ کرنا پڑتا ہے۔ جو واو
اور یا ساکنہ والی دو مثالوں میں تین تین ضموں اور کسروں کے جمع ہوجانے کی بنا پر اور اسی طرح کسرہ اور ضمہ والی دو
مثالوں میں دو دو ضموں اور کسروں کے جمع ہوجانے کی بنا پر باعث ثقل ہے علاوہ ازیں یہ کہ خود ہا بھی خفی اور
بعید المخرج ہے جس کی وجہ سے قاری کو ہا کے ظاہر کرنے میں ایک قسم کا تکلف کرنا پڑتا ہے پس جب اس تکلف کو پہلے
ثقل سے ملاتے ہیں تو اشارہ کا ثقل دوگنا ہوجاتا ہے لہذا ان دو صورتوں میں سہولت اور آسانی کی غرض سے اشارہ
نہیں کرتے۔ اور یہی مذہب اولیٰ ہے۔ نہایۃ القول المفید ص۲۲۲۔ (دوم) یہ کہ کسی تفریق کے بغیر چاروں
صورتوں میں روم واشمام جائز ہے کیونکہ ہاء ضمیر میں روم واشمام کی وجہ سے قاعدہ کے موافق عمل کرنا ہے پس ان حضرات
(ابوبکر بن مجاہد علامہ قسطلانی وغیرہ) نے مندرجہ بالا ثقل کو کوئی اہمیت نہیں دی لیکن یاد رہے کہ اسکان واشمام کی طرح
وقف بالروم میں بھی ہاء ضمیر کے صلہ کا حذف کرنا ضروری ہے نہایۃ القول المفید ص۲۲۲ (سوم) یہ کہ چاروں
صورتوں میں روم واشمام ناجائز ہیں کیونکہ ہا کی حرکت عارضی ہے (شرح نمبر۲ ص۲۲۰) مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
ہا کے صلہ والی صورتیں بھی بیان کردی جائیں۔ نمبر۱ ہاء ضمیر کے ماقبل اور مابعد دونوں متحرک ہوں تو ضمیر کی حرکت صلہ
اور اشباع کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ اور اشباع کی تعریف یہ ہے پیش کو بڑھا کر واو مدہ کے برابر ادا کرنا اور زیر کو بڑھا
کر یا مدہ کے برابر ادا کرنا۔ جیسے مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ لیکن وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ میں
اصل کی بنا پر اشباع نہ ہوگا يَرْضَهُ لَكُمْ اصل میں يَرْضَاهُ لَكُمْ تھا الف مقام جزم میں واقع ہونے کی وجہ سے گر گیا تو
يَرْضَهُ لَكُمْ ہوگیا۔ لیکن اگر ہا کے ماقبل اور مابعد دونوں ساکن ہوں تو اشباع نہ ہوگا جیسے مِنْهُ الْمَآءُ نمبر۲ ماقبل
متحرک اور مابعد ساکن ہو تو بھی اشباع نہ ہوگا جیسے وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ نمبر۳ ماقبل ساکن اور مابعد متحرک ہو تو بھی اشباع
نہ ہوگا جیسے مِنْهُ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا (جو سورۃ فرقان میں ہے) اس میں حفصاً بین القوسین کی وجہ سے اشباع ہوگا

﴿چودھواں لمعہ﴾

(فوائد متفرقہ ضروریہ کے بیان میں ۱)

اور گو ان میں سے بعض کے بعض فوائد اوپر بھی معلوم ہو گئے ہیں مگر چونکہ دوسرے مضامین کے ذیل میں بیان ہوئے تھے شاید خیال نہ رہے اس لئے ان کو پھر لکھ دیا اور زیادہ تر نئے فائدے ہیں۔

(فائدہ نمبر۱) سورہ کہف کے پانچویں رکوع میں ہے لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ یعنی لٰکنّا میں الف لکھا ہے مگر یہ پڑھا نہیں جاتا البتہ اگر اس پر کوئی وقف کر دے تو اس وقت پڑھا جاوے گا۔

(فائدہ نمبر۲) سورہ دہر کے شروع میں ہے سلٰسلا یعنی دوسرے لام کے بعد بھی الف لکھا تو ہے مگر یہ بھی پڑھا نہیں جاتا البتہ وقف کی حالت میں الف کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح درست ہے اور پہلے لام کے بعد جو الف ہے لکھا ہے وہ ہر ایک حال میں پڑھا جاتا ہے۔

﴿حواشی چودھواں لمعہ﴾ ۱ فوائد متفرقہ ایسے فائدوں کو کہتے ہیں جو کسی ایک مضمون کے ساتھ متعلق نہ ہوں بلکہ ان کے ضمن میں مختلف قسم کے مسائل بیان کیے گئے ہوں چنانچہ یہاں بھی ایسے ہی ہے کہ کسی فائدے کے ضمن میں تو کسی کلمہ کے الف کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کا حکم بیان کیا ہے اور کسی فائدے کے ضمن میں مَا فَرَّطْتُ، بَسَطْتَ کے ادغام کا حکم بتایا ہے اور کسی فائدے کے ضمن میں سکتہ کا مسئلہ بیان کیا ہے وغیرہ وغیرہ اور متفرقہ کے معنی مختلف کے ہی ہیں ۲ چنانچہ فائدہ نمبر۱ تا فائدہ نمبر۶ تک ان میں سے پہلے کے مختلف مقامات میں بیان ہو چکے ہیں جن میں سے پہلے تین کا ذکر تیرھویں لمعہ کے شروع میں اور چوتھے کا ذکر آٹھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر۲ میں اور پانچویں اور چھٹے کا ذکر بارھویں لمعہ کے دو قاعدوں کے ضمن میں ہوا ہے اور ان چھ کے علاوہ باقی نو فائدے نئے ہیں ۳ ان کی تفصیل تیرھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر۲۲ کے ضمن میں ہو چکی ہے بغور دیکھ لیں ۴ قرآن مجید کے رسم خط میں پہلے لام کے بعد الف نہیں لکھا ہوا بلکہ اس پر کھڑا زبر ہے گویا محذوف لکھا ہوا ہے اس طرح سَلٰسِلَا مزید تفصیل کے لئے تیرھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(فائدہ نمبر ۳) اسی سورۂ دہر میں وسط کے قریب قواریرا قواریرا دو دفعہ ہے اور دونوں کے اخیر
میں الف لکھا ہے سو ان کا قاعدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ تو کسی حال میں الف نہیں پڑھا جاتا خواہ
وقف ہو یا نہ ہو اور پہلی جگہ اگر وقف کرو تو الف پڑھا جاوے گا اور وقف نہ کرو تو الف نہیں پڑھا
جاوے گا اور زیادہ عادت یہ ہے کہ پہلی جگہ وقف کیا کرتے ہیں دوسری جگہ نہیں کرتے تو اس
صورت میں پہلی جگہ الف پڑھو دوسری جگہ مت پڑھو۔

(فائدہ نمبر ۴) قرآن میں ایک جگہ امالہ ۹ ہے یعنی سورۂ ہود میں بسم اللہ مجریھا ہے اس
کا بیان لمعہ نمبر ۸ قاعدہ نمبر ۳ میں دیکھ لو۔

(فائدہ نمبر ۵) سورۂ حم سجدہ میں ایک جگہ تسہیل ۱۰ ہے ءاعجمی اس کا بیان بارھویں لمعہ کے
قاعدہ نمبر ۱ میں گزرا ہے دیکھ لو۔

(فائدہ نمبر ۶) سورۂ حجرات میں بئس الاسم ۱۱ میں الاسم کا ہمزہ نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس کے
لام کو اس کے بعد سین سے ملا دیتے ہیں اس کا بیان بھی بارھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۴ میں گزرا ہے۔

(فائدہ نمبر ۷) لئن بسطت اور احطت اور ما فرطتم اور فرطت میں ادغام ناتمام ۱۲
ہوتا ہے۔

کیونکہ یہ کلمہ کے درمیان ہے اور درمیان کلمہ پر وقف کرنا جائز نہیں۔ ۸ اس کی توجیہ تیرھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر ۲۲ میں ہو
چکی ہے دیکھ لیں۔ ۷ اس کی توجیہ تیرھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر ۲۵ میں ہو چکی ہے دیکھ لیں۔ ۸ کیونکہ وقف کا قانون یعنی
کمال قربت پہلے قواریرا پر تھی ہے لہذا وقف بھی اسی پر کرنا مناسب ہے۔ ۹ امالہ کے لغوی معنی اور تعریف مع مثال
آٹھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر ۳۳ میں بیان ہو چکی ہے دیکھ لیں۔ ۱۰ تسہیل کے لغوی معنی اور تعریف بارھویں لمعہ کے
حاشیہ نمبر ۶ میں بیان ہو چکی ہے دیکھ لیں۔ ۱۱ اس کی توجیہ بارھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر ۷ میں گزر چکی ہے دیکھ لیں۔ ۱۲ اس
لئے کہ طاء قوی ترین حرف ہے اور تاء اس کے مقابلے میں ضعیف حرف ہے اور قوی کا ضعیف میں ادغام نہیں ہوتا اور تام

یعنی طاء کو تاء کے ساتھ ملا کر مشدد کر کے اس طرح پڑھا جاوے کہ طاء اپنی صفت استعلاء و اطباق کے ساتھ بدون قلقلہ کے پورا ادا ہو اور تاء باریک ادا ہو اور اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ میں بہتر یہی ہے کہ پورا ادغام ۱۳ کیا جاوے یعنی قاف بالکل نہ پڑھا جاوے بلکہ قاف کو کاف سے بدل کر اور دونوں کو ملا کر مشدد کر کے پڑھا جاوے۔

(فائدہ نمبر ۸) نٓ وَالْقَلَمِ اور یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ میں نون اور سین کے بعد جو واؤ ہے یَرْمَلُوْنَ کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دسویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۳ میں آچکا ہے اس واؤ میں ادغام ہونا چاہئے مگر ادغام نہیں ۱۴ کیا جاتا۔

(فائدہ نمبر ۹) سورہ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے لَا تَاْمَنَّا اس میں نون پر اشمام ۱۵ کیا کرو۔

ناقص میں ادغام و اظہار دونوں قاعدوں کی رعایت ہوتی ہے اس طرح کہ ایک قاعدہ تو یہ ہے کہ جب مثلین اور متجانسین میں سے پہلا حرف ساکن ہو تو اس کا دوسرے میں ادغام کرنا ضروری ہے اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ قوی کا ضعیف میں ادغام نہیں ہوتا تو پہلے قاعدہ کے موافق ادغام تو ضرور ہوگا لیکن دوسرے قاعدے کی بنا پر تام نہ ہوگا بلکہ ناقص ہوگا فافہم و تامل ۱۳ اور یہ ادغام تام مُجْمَلًا ہے اور یہی اولیٰ ہے کیونکہ یہ آسان ہے اور مدغم یعنی قاف کے قوی ہونے کی وجہ سے ادغام ناقص بھی جائز ہے پھر یہ شبہ ہوتا ہے کہ طا اور قاف دونوں قوی ترین حرف ہیں تو پھر یہ فرق کیوں ہے کہ طاء کا ادغام تا میں تو صرف ناقص ہی ہے تام جائز نہیں اور قاف کا ادغام کاف میں تام و ناقص دونوں طرح جائز ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ طاء کی تمام صفات قوی ہیں اور قاف کی چھ صفتوں میں سے ایک صفت انفتاح ضعیف ہے اور باقی پانچ قوی ہیں پس یہ قوی تر ہے اور اس کے مقابلے میں طا قوی ترین حرف ہے اس لئے طا کا ادغام تا میں صرف ناقص ہے اور قاف کا ادغام کاف میں تام اور ناقص دونوں طرح جائز ہے اور اصل وجہ نقل کی پیروی ہے ۱۴ بطریق شاطبی صرف اظہار اور بطریق جزری اظہار اور ادغام دونوں وجوہ جائز ہیں ۱۵ اصل میں لَا تَاْمَنُنَا دو نون ہیں پہلا مضموم دوسرا مفتوح اور ما نافیہ ہے اس میں محض ادغام اور محض اظہار جائز نہیں بلکہ اس میں دو وجوہ ہیں (نمبر ۱) ادغام کے ساتھ اشمام ضروری ہے تاکہ دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہاں اصل میں دو نون تھے ان میں سے پہلے پر پیش تھا اور

اس لئے ادغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورہ کہف میں ہے عِوَجًا ۝ قَیِّمًا تو اگر عوجًا
پر وقف نہ کریں اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہوگا بلکہ زبر کی تنوین کو الف سے بدل دیا کر
سکتہ کیا جاوے گا اور تمام قرآن شریف میں حفص کی روایت میں کل سکتے یہ چار ہیں ایک سورہ قیامہ میں
دوسرا سورہ کہف میں جو کہ مذکور ہوئے تیسرا سورہ یٰسٓ میں مِنۢ مَّرۡقَدِنَا کے الف پر جب کہ مابعد

رہتا اور یہ احکام یعنی ادغام اور اخفاء وغیرہ اتصال ہی کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں اس لیے وقف کی طرح سکتہ میں
بھی یہ احکام پیدا نہیں ہوتے ہیں لیکن سکتہ کی وجہ سے تنوین کو الف سے بدلنا عِوَجًا ہی کے ساتھ خاص ہے اور اگر طیبہ
کے بعض طرق کی پیروی کرتے ہوئے جن کی رو سے ساکن منفصل پر سکتہ کرنا جائز ہے یعنی مَنْ یَّقُولُ اور جیسے کلمات پر
جب سکتہ کیا جائے گا تو ایسے مواقع میں تنوین کا الف سے ابدال نہ ہوگا۔ یہ چاروں مواقع میں شاطبیہ کے طریق سے
سکتہ کرنا واجب ہے البتہ طیبہ کے طریق سے سکتہ ترک سکتہ دونوں وجوہ ثابت ہیں اور چار مقامات ایسے ہیں کہ ان میں
تمام قراء کیلئے سکتہ جائز اور اولی ہے اور وہ یہ ہیں (اول) ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا کے الف پر جو سورہ اعراف کے رکوع نمبر
میں ہے (دوم) اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا سورہ اعراف ع ۲۳ پ ۹ کے واو ساکنہ پر (سوم) یُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا
سورہ یوسف ع ۳ پ ۱۲ کے الف پر (چہارم) حَتّٰی یُصۡدِرَ الرِّعَآءُ سورہ قصص ع ۳ پ ۲۰ کے ہمزہ مضموم پر یہ
ان چار مواقع میں سکتہ صرف جائز اولی واختیاری ہے نہ کہ واجب وضروری اور ان سکتوں کو علماء اوقاف نے معنی کی
رعایت سے علامات اوقاف کی طرح خود مقرر کیا ہے روایت ونقل کے ذریعہ سے ثابت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان چار
موقعوں میں یہ سکتہ روایت ونقل سے ثبوت کے اعتقاد کے بغیر ہی درست ہے نہ کہ روایت ونقل سے ثبوت کے عقیدہ
کے ساتھ بھی اور ان میں الرِّعَآءُ میں چونکہ آخری حرف پر ضمہ ہے اس لئے وقف کی طرح سکتہ میں بھی اس میں روم
اشمام دونوں صحیح ہیں اور اس جگہ چونکہ وقف لازم ہے اور سورہ کہف کے شروع میں عِوَجًا پر گول آیت ہے اس لئے
ان دو موقعوں میں وقف کرنا بمقابلہ سکتہ کے زیادہ بہتر اور اولی ہے (از تعلیقات مالکیہ) کیونکہ سکتہ معنوی التباس کو دور
کرنے کے لئے کیا جاتا ہے اور وقف کرنے سے سکتہ کا مقصد بدرجہ اتم پورا ہو جاتا ہے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ان دو
موقعوں میں وقف کرنے سے روایت کی مخالفت لازم آئے گی کیونکہ سکتہ حکم وقف کا رکھتا ہے اس لئے اس شبہ کا سوال

سے ملا کر ۲۳ پڑھا جاوے اور چوتھا سورۂ مُطَفِّفِیْن میں کَلَّا بَلْ کے لام ساکن پر ۲۴ بس ان کے سوا سورۂ فاتحہ ۲۵ وغیرہ میں کہیں سکتہ نہیں۔

(فائدہ نمبر ۱۱) قرآن میں جہاں پیش آوے اس کو واؤ معروف ۲۶ کی سی بو دے کر پڑھو اور جہاں زیر آوے اس کو یائے معروف کی سی بو دے کر پڑھو ہمارے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جاوے تو واؤ مجہول پیدا ہوتی ہے ورنہ زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دو تو یائے مجہول پیدا ہوتی ہے تو یہ بات عربی زبان کے خلاف ہے ۲۷ ایسا مت کرو بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہو اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو اور زیر اور پیش کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاد سے سن لو ۲۸ بغیر سنے ہوا دیکھنے سے سمجھ میں شاید نہ آیا ہو۔

ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۳ ما بعد سے ملا کر پڑھنے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر یہاں وقف کر دیا جائے تو سکتہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ سکتہ وصل میں ہوتا ہے نہ کہ وقف میں ۲۴ البتہ ترک سکتہ کی حالت میں اس موقع میں اور سورۂ قیٰمۃ کے موقع میں ادغام ہوگا اور سورۂ کہف کے موقع میں اخفاء مع الغنہ ہوگا ۲۵ سورۂ فاتحہ میں سکتہ کی نفی اس لئے فرمائی ہے کہ بعض جہلا اس میں مندرجہ ذیل سات مواقع میں سکتہ کرتے ہیں (نمبر۱) اَلْحَمْدُ کے دال پر (نمبر۲) لِلّٰہِ کی ہا پر (نمبر۳) مٰلِکِ کے کاف پر (نمبر۴) اِیَّاکَ کے کاف پر (نمبر۵) وَاِیَّاکَ کے کاف پر (نمبر۶) اَنْعَمْتَ کی تا پر (نمبر۷) الْمَغْضُوْبِ کی با پر۔ تو یاد رکھو کہ ان مواقع میں سکتہ کرنا بالکل غلط اور لغو ہے جس کی کوئی اصل نہیں جن کی تردید میں ان سکتوں سے سختی سے رد کیا گیا ہے ۲۶ یعنی باریک اور لطیف ان بو دینے کا مطلب یہ ہے کہ پیش میں واؤ معروف کا اور زیر میں یا معروف کا اثر ہو چاہئے اس طرح کہ اگر زیر اور پیش کو کھینچا جائے تو اس سے یا معروف اور واؤ معروف پیدا ہوں نہ کہ مجہول جیسا کہ آگے خود متن میں اس کی وضاحت کی گئی ہے ۲۷ اس کا مطلب یہ کہ عربی میں واؤ اور یہ

(فائدہ نمبر۱۴) چار لفظ قرآن مجید میں ہیں کہ لکھے تو جاتے ہیں صاد سے ۱؎ اور اس صاد پر چھوٹا سا
سین بھی لکھ دیتے ہیں اس کا قاعدہ سمجھ لو ایک تو سورہ بقرہ میں ہے یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ دوسرا سورہ
اعراف میں فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ان دونوں جگہ میں سین پڑھو ۲؎ تیسرا سورہ طور میں اَمْ هُمُ
الْمُصَۜيْطِرُوْنَ اس میں چاہے سین پڑھو ۳؎ چاہے صاد پڑھو چوتھا سورہ غاشیہ میں بِمُصَيْطِرٍ اس
میں صاد پڑھو ۴؎۔

(فائدہ نمبر۱۵) ۵؎ کئی مواقع قرآن مجید میں ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لا اور پڑھا جاتا ہے لَ
پڑھتے وقت ان کا بہت خیال رکھو ایک سورہ آل عمران میں لَاِلَی اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۶؎ دوسرا سورہ

رکھتے ہوئے کہیں ان پر نون کے ساتھ وقف نہ کر دے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ
وقف چونکہ رسم الخط کے تابع ہے اور ان دونوں کی رسم الف [illegible] ہے اس لئے یہاں وقف الف کے ساتھ ہوگا نہ کہ
اصل کا اعتبار کرتے ہوئے نون کے ساتھ اور متن میں جس تنوین کے پڑھنے سے روکا گیا ہے اس تنوین [illegible] سے مراد نون
خفیفہ ہے چونکہ دونوں کا تلفظ ایک جیسا ہوتا ہے اس لیے ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر دیا۔ وباللہ التوفیق ۲؎
لیکن ان چاروں مقامات میں اصل میں سین ہے یہی وجہ ہے کہ صاد کے اوپر چھوٹا سا سین لکھتے ہیں تاکہ اصل کی طرف اشارہ
ہو جائے اور ان کو اصل کے خلاف صاد [illegible] اس لئے لکھتے ہیں کہ صاد والی قراءت کو بھی یہ رسم شامل ہو جائے اس
طرح کہ صاد والی قراءت تو رسم صریح سے نکل آئے اور سین والی قراءت رسم کے خلاف ہونے کے باوجود اصل سے نکل آ
جائے اور دونوں قراءتیں اس بات میں معتدل اور برابر ہو جائیں کہ صاد تو رسم کے موافق اور اصل کے خلاف ہے اور
سین اصل کے موافق اور رسم کے کسی قدر خلاف ہے اور اگر ان کلمات کو اصل کے موافق سین سے لکھتے تو اعتدال باقی نہ
رہتا اور صاد والی قراءت رسم و اصل دونوں ہی کے خلاف ہو جاتی اور یہ تفرق قابل قبول نہ رہتا واللہ اعلم ۳؎ شاطبیہ
اور طیبہ دونوں کے طریق سے صرف سین پڑھی جائے گی صاد پڑھنا جائز نہیں ۴؎ البتہ شاطبیہ کے موافق صاد ہے اور سین
شاطبیہ کے طریق کے خلاف ہے البتہ بطریق طیبہ دونوں وجوہ صحیح اور درست ہیں جو عمل ہو کہ صاد دونوں طریقوں سے
اور سین صرف طیبہ کے طریق سے ہے ۴؎ اس میں بطریق شاطبیہ صرف [illegible] صاد ہی ہے اور سین پڑھنا جائز نہیں اور

توبہ میں وَلَاْاَوْضَعُوْا ۷۴ ع تیسرا سُوْرَہ نمل میں اَوْلَاْاَذْبَحَنَّہٗ ۸ ع چوتھا وَالصّٰفّٰت میں لَاْاِلَی الْجَحِیْمِ پانچواں ۹ ع سورہ حشر میں لَاْاَنْتُمْ اَشَدُّ اسی طرح سورہ آل عمران کے پندرھویں رکوع میں لکھا ہوا ہے اَفَائِنْ ۱۰ ع اور پڑھا جاتا ہے اَفَئِنْ اور چند مقامات میں لکھا ہوا تو ہے مَلَاْئِہٖ ۱۲ ع اور پڑھا جاتا ہے مَلَئِہٖ اور سورہ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہوا تو ہے لِشَاْیْءٍ اور پڑھا جاتا ہے لِشَیْءٍ اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے نَبَاْیْ اور پڑھا جاتا ہے نَبَئِ۔

بطریق طیبہ صاد اور سین دونوں وجوہ ہیں حاصل یہ کہ صاد شاطبیہ اور طیبہ دونوں سے اور سین صرف طیبہ کے طریق سے ہے ۱ ع اس قاعدے میں دیئے گئے ۔ مذکورہ کلمات میں چند جگہ الف لکھنے میں تو آتا ہے مگر پڑھنے میں نہیں آتا اور ہم نے اس زائد الف کی پہچان کے لئے اس پر گول نشان بنا دیا ہے ۶ ع اور اسی طرح لَاْاِلَی الْجَحِیْمِ میں دونوں جگہ لام کے بعد بعض قرآنوں میں الف زائد ہے ان میں دونوں وجوہ مساوی ہیں اور ابن کثیر کی قراءت کی رو سے وَلَاْاَدْرٰىکُمْ (یونس ع ۲) میں اور پہلے لَاْاُقْسِمُ (قیٰمۃ) میں بھی لام کے بعد الف زائد ہے۔ ۷۴ ع اس میں اکثر قرآنوں میں لام کے بعد ایک الف زائد ہے اور بعض میں دو الف زائد ہیں۔ ۸ ع اس میں بالاتفاق الف زائد ہے ۹ ع اس جگہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جو لَاْاَنْتُمْ میں بھی الف زائد بتایا ہے یہ محض بے سند اور غلط ہے اور صحیح رسم لَاَنْتُمْ ہے دیکھو (نثر المرجان ص ۴۸۳ ج ۷) یعنی یہ لَاَنْتُمْ مثل اَنْتُمْ کے ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ موصول الرسم ہے اور اس ہمزہ کے بعد الف زائد نہیں ہے اور مصحف جزری میں بھی اسی طرح مرسوم ہے البتہ صرف تنویر الطغیان میں ہمزہ اور نون کے درمیان الف زائد مذکور ہے مثل لَاْاَنْتُمْ لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس کو ائمہ فن میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیا واللّٰہُ اعلم بجز ہمارے یہاں کے عام مصاحف میں لَاْنْفَضُّوْا (آل عمران ع ۱۷) میں نون سے پہلے ایک الف زائد لکھا ہے جس کی شکل لَاانْفَضُّوْا ہے یہ بھی بالکل بے اصل اور غلط ہے ہماری صحیح رسم لَانْفَضُّوْا ہے دیکھو (نثر المرجان ص ۵۰۰ ج ۱) ۱۰ ع اور اسی طرح اَفَائِنْ مِّتَّ (انبیاء ع ۳) میں ہمزہ مکسورہ مراد وصل کیا ہے بصورت یا مرسوم ہے اور ہمعلی کی رائے پر ہمزہ عام قاری کے موافق بصورت الف اور یا زائد ہے مثل اَفَا۟ئِنْ لیکن یہ مرجوح بلکہ ناقابل عمل ہے ۱۲ ع وَمَلَاْئِہٖ یہ چھ جگہ ہیں اعراف ع ۱۳ و یونس ع ۸ و ہود ع ۹ و مومنون

جس نے امام حفص ۳۴۴ھ رحمۃ اللہ علیہ کے قواعد لکھے ہیں جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن
پڑھتے ہیں اور انہوں نے ۲۳ھ قرآن مجید حاصل کیا ہے امام عاصم ۵۲ھ تابعی سے اور انہوں نے

کوفی (۸) امام ابو جعفر مدنی (۹) امام یعقوب حضرمی (۱۰) امام خلف بغدادی پھر ان دسوں میں سے ہر ایک کے بے شمار
شاگرد ہوئے ہیں لیکن ہر امام کے دو دو شاگرد ایسے مشہور و فائق و مرجع اتفاق ہوئے ہیں کہ وہ بھی اپنے استادوں
کی طرح ساری دنیا میں مشہور ہو گئے ہیں ان دس ائمہ میں سے امام عاصم کے دو شاگرد مشہور ہوئے ہیں ایک کا نام شعبہ
دوسرے کا نام حفص ہے اگرچہ ان سب قاریوں کی قرأتیں اور ان کے شاگردوں کی روایتیں آج بھی دنیا میں پڑھی
پڑھائی جاتی ہیں اور علماء نے ان میں بھی کتابیں لکھی ہیں لیکن ان میں سے سب سے زیادہ مشہور حضرت حفص کی روایت
ہے اور سارے جہان میں زیادہ تر یہی پڑھی پڑھائی جاتی ہے جس مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ انہیں حضرت
حفص کی روایت کے موافق لکھا ہے اور جس کلمہ میں ان کا اور دوسرے قاریوں کا اختلاف ہے ان میں سے اسی روایت
کے موافق لکھا ہے مثلاً مُصَیْطِر بِمُصَیْطِرٍ وغیرہ۔ روایت حفص کے زیادہ تر مروج ہونے کا سبب اس کی اصل وجہ تو
خداداد مقبولیت و شہرت ہے اور ظاہری سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے شہروں میں زیادہ تر لوگ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے
مقلد ہیں اور وہ حضرت حفص کے رفیق درس و نیز شریک تجارت تھے اس لئے مقلدین نے روایت بھی امام صاحب کے
رفیق یعنی حضرت حفص کی اختیار کر لی پھر سہولت و آسانی کے لئے نیز تفرقہ و اختلاف سے بچنے کے لئے تمام اصحاب
مذاہب نے اسی کے موافق اعراب و نقطے لگا کر اسی روایت کو اختیار کر لیا۔ واللہ اعلم ۳ھ ابو عمر حفص بن سلیمان بن
مغیرہ اسدی کوفی بزاز (روز کے ساتھ) ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ھ میں وفات ہوئی ان کے والد صاحب کی
وفات کے بعد والدہ صاحبہ نے امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ سے نکاح کر لیا تھا لہذا ان کی پرورش و تربیت امام عاصم کے زیر
سایہ شفقت ہوئی (نشر ص ۱۵۶) ابن معین کہتے ہیں کہ حفص قرآت عاصم کے اعلم الناس تھے یعنی قراءت عاصم کی
اصح روایت وہ ہے جو حفص نے روایت کی ہے علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ حفص قرأت عاصم میں ثقہ ضابط اور ثبت تھے امام
عاصم سے متعدد مرتبہ قرآن پڑھا نیز متعدد دیگر شیوخ سے علم حاصل کیا حضرت امام ابو حنیفہ کے ساتھ کپڑے کی تجارت
میں شریک تھے اگرچہ قراءت سبعہ بلکہ عشرہ متواترہ ہیں اور سبعہ کے خلاف تو کبھی کسی نے ایک حرف بھی نہیں کہا بلکہ
حرمین اور بصرہ کی قرأت خالص قریشی ہونے کی وجہ سے ایک خاص امتیاز رکھتی ہیں مگر یہ قبولیت خداداد ہے کہ صدیوں

سے مکاتب و مدارس میں صرف روایت حفص ہی پڑھی جاتی ہے اور روئے زمین پر ایک ہزار حفاظ میں سے تقریباً نوسو ننانوے آدمیوں کو صرف یہی روایت یاد ہے اور ایسا شاید کوئی نہ ہو جس نے یہ روایت نہ پڑھی ہو ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ علی رغم نحات کہتے ہیں کہ یہ قرأت مروج ہی نہ ہونی چاہیے تھی کیونکہ نحات ہمزتین کی تحقیق کی وجہ سے قرأت عاصم پر اعتراض کرتے تھے (مقدمہ شرح سبعہ قرأت از قاری ابو محمد محی الاسلام پانی پتی ص ۴۸) ۳۳ روایت حفص کی سند آپ نے امام عاصم بن ابی النجود بن بہدلہ اسدی تابعی سے انھوں نے ابو مریم زر بن حبیش بن حباشہ اسدی اور ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب سلمی اور ابو عمرو سعد بن الیاس شیبانی سے پڑھا پھر ان میں سے زر نے حضرت عثمان، حضرت علی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنھم اجمعین سے اور سلمی نے حضرت عثمان حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت زید حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنھم اجمعین سے اور شیبانی نے صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور ان پانچ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا روایت حفص کی پوری سند الفقیر سے لیکر حضرت حق جل مجدہ تک (۱) الفقیر محمد رمضان (۲) حضرت قاری سید حسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۳) الشیخ عبد المالک بن شیخ جیون علیؒ (۴) الشیخ محمد عبد اللہ بن بشیر خانؒ (۵) الشیخ ابراہیم سعد بن علیؒ (۶) الشیخ حسن بدیرؒ (۷) الشیخ محمد متولیؒ (۸) الشیخ سید احمدؒ (۹) الشیخ احمد سلمونہؒ (۱۰) الشیخ سید ابراہیم عبیدیؒ (۱۱) الشیخ عبد الرحمٰن الاجھوریؒ (۱۲) الشیخ احمد البقریؒ (۱۳) الشیخ محمد بقریؒ (۱۴) الشیخ عبد الرحمٰن الیمنیؒ (۱۵) الشیخ شحاذہؒ (۱۶) الشیخ الناصر الطبلاویؒ (۱۷) شیخ الاسلام زکریا الانصاریؒ (۱۸) الشیخ رضوان العقبیؒ (۱۹) الشیخ محمد النویریؒ (۲۰) الشیخ محمد الجزریؒ (۲۱) الشیخ الامام ابو محمد بن لبانؒ (۲۲) الشیخ احمد الصائغؒ (۲۳) الشیخ ابی الحسن علی بن شجاعؒ (۲۴) الشیخ داؤد سلیمان بن نجاحؒ (۲۵) الشیخ عثمان ابی عمرو دانیؒ (۲۶) الشیخ ابی الحسن طاہر بن غلبونؒ (۲۷) الشیخ ابی الحسن علی بن محمد صالح الہاشمیؒ (۲۸) الشیخ ابی العباس احمد بن سہل الاشنانیؒ (۲۹) الشیخ محمد عبید الصباحؒ (۳۰) الشیخ حضرت حفصؒ صاحب روایت (۳۱) الشیخ الامام عاصم بن ابی النجودؒ (۳۲) الشیخ زر بن حبیش الاسدیؒ (۳۳) سیدنا عثمان و علی و ابی بن کعب و ابن مسعود و زید بن ثابت رضی اللہ عنھم اجمعین (۳۴) محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۳۵) جبرئیل علیہ السلام (۳۶) لوح محفوظ اور وہاں سے حق سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے آیا۔ ۳۴ ابوبکر عاصم بن ابی النجودؒ (والد کا نام) و ابن بہدلہ (والدہ کا نام) اسدی کوفی آپ نے شیخ القراء امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب بن ربیعہ سلمی نابینا شیخ القراء کوفہ اور شیخ القراء

زر بن حبیش اسدی ۸۲ھ اور عبداللہ ۷۴ھ بن حبیب سلمی سے اور انہوں نے حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے اور ان سب حضرات نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

امام ابو مریم زر بن حبیش بن حباشہ بن اوس اسدی اور شیخ القراء ابو عمرو سعد بن الیاس شیبانی کوفی سے قرآن پڑھا یہ تینوں حضرات کبار تابعین میں سے ہیں اور بواسطہ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے شاگرد ہیں آپ خود بھی تابعی ہیں اور حضرت حارث بن حسانؓ وغیرہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْن سے بعض برکت حاصل کی ہے حضرت امام احمد بن حنبل کہتے ہیں حضرت عاصم صاحب قراءت اور حضرت حماد صاحب فقہ تھے میں عاصم کو زیادہ پسند کرتا ہوں عجلی کہتے ہیں عاصم صاحب سنت و قراءت ثقہ اور رئیس القراء تھے ابو اسحٰق سبیعی بار بار کہتے تھے میں نے عاصم سے بہتر قاری نہیں دیکھا عاصم سے زیادہ قرآن کا عالم کوئی نہیں امام ابو عبدالرحمٰن کے بعد کوفہ کی ریاست قراءت آپ پر ختم ہوئی ہے آپ فصاحت و بلاغت ضبط و اتقان اور تجوید و تحریر کے جامع تھے طریقہ ادا اور لہجہ عجیب و غریب تھا خوش الحانی کی نظیر نہ تھی عابد و کثیر الصلوۃ تھے ۱۲۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی پچاس سال کے قریب مسند درس پر جلوہ افروز رہے آپ کے شاگرد ابو بکر شعبہ کہتے ہیں کہ وفات کے وقت آیت ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰىھُمُ الْحَقِّ بار بار پڑھتے تھے اور اس تحقیق و صفائی سے پڑھتے تھے گویا محراب میں قرآن سنا رہے ہیں (رحمۃ اللہ علیہ) باعتبار طبقات و رجال آپ امام ابن عامر شامی کے بعد اور باقی سب سے مقدم ہیں۔

(مقدمہ شرح سبعہ قراءات ص ۷۶) حضرت حفص کے علاوہ آپ کی قراءت کے راویوں میں عظیم الشان ائمہ و علماء ہوئے ہیں انہیں میں مفضل حماد اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں کما قال القاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شاطبیہ ص ۱۲ ۶ ۸۲ زر (بکسر زا و تشدید راء) ابن حبیش اسدی ابو مریم کنیت ہے یہ بزرگ مخضرمی تھے یعنی انہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا لیکن مشرف باسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہوئے اسی لئے ان کو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت میں استفادہ کا بڑا موقع نصیب ہوا اور ان کے فیض نے ان کو جلیل القدر تابعی بنا دیا علامہ نووی لکھتے ہیں وہ اکابر تابعینؒ میں سے ہوئے ہیں اور ان کی توثیق و جلالت پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۹۷) قرآن

کے ممتاز علماء میں سے تھے حدیث میں علامہ ذہبی ان کو ثقہ ثقات میں سے لکھتے ہیں آپ کے مشائخ صحابہ میں
حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابو سعید خدری، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبدالرحمن بن عوف،
عباس بن عبدالمطلب اور حضرت ابی بن کعب وغیرہ (رضی اللہ عنہم) تھے۔ ممتاز شاگردوں میں ابراہیم نخعی، عاصم بن ابی
النجود، منہال بن عمرو، یحییٰ بن عاصم، عدی بن ثابت، امام شعبی اور ابو اسحٰق شیبانی شہرت رکھتے ہیں (تہذیب ج ۳ ص ۴۲)
زر بن حبیش نے طویل عمر پائی، بخلاف روایت ۸۲ھ میں وفات ہوئی۔ وفات کے وقت ۱۲۲ سال عمر ہو چکی تھی رحمۃ
اللہ علیہ (تہذیب) آپ کا شمار کوفہ کے ممتاز قراء میں تھا زندگی کا موضوع کتاب اللہ ہی تھا فن قرأت میں حضرت
علی کرم اللہ وجہہ اور اپنے والد صاحب سے کمال پیدا کیا (ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۹) علامہ ذہبی کی تصریح سے معلوم ہوتا
ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علاوہ حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہم) سے بھی
تعلیم حاصل کی (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۰) قرآن کا درس دیتے تھے مگر اس کا کوئی معاوضہ نہ لیتے تھے عمرو بن حریث
کے لڑکے کو انہوں نے فن قرأت میں تکمیل کرائی تو عمرو بن حریث نے ان کی خدمت میں سواری کا اونٹ مع خوبصورت
پالان کے بھیجا مگر انہوں نے یہ ہدیہ قبول نہیں کیا اور صاف کہلا دیا کہ ہم کتاب اللہ پر کوئی اجرت نہیں لیا کرتے (ابن
سعد ج ۶ ص ۱۲۰) کامل چالیس سال تک مسجد میں قرآن کا درس دیا۔ آپ کے بعد یہ مسند قرأت عاصم کو منتقل ہوئی
(تہذیب ج ۵ ص ۱۸۳) حدیث کے حافظ تھے۔ آپ کے مشائخ میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی،
حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت خالد بن ولید، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری،
حضرت ابو درداء، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ہوئے ہیں آپ کے ممتاز شاگردوں میں حضرت ابراہیم نخعی، حضرت علقمہ،
حضرت سعد بن عبیدہ، حضرت ابو اسحٰق، سعد بن جبیر، عطاء بن سائب اور امام عاصم رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں آپ
نے عبدالملک کے عہد خلافت میں ۷۴ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ اذان مسجد میں مستقل قیام رہتے تھے
مرض الموت میں بھی مسجد ہی میں تھے عطاء بن سائب نے جا کر عرض کیا آپ بیمار ہیں ... آپ اپنے بستر پر منتقل ہو
جائیں تو اچھا ہو فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ جب تک مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے
وہ گویا نماز ہی کی حالت میں رہتا ہے اور ملائکہ اس کے لئے دعاء رحمت کرتے رہتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مسجد
میں ہی مروں (رحمۃ اللہ علیہ) (ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۰) علامہ عبدالغفور زرقانی لکھتے ہیں کہ ابن حبیب کی تصریح کے مطابق

خاتمہ

چاند کا پورا لمعہ بھی چودھویں رات کو ہوتا ہے اور یہاں بھی چودھویں لمعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہو گئے اس لئے یہاں پہنچ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں اللہ تعالے اس کو نافع اور مقبول فرمادے۔ طالب علموں سے بالخصوص بچوں سے بالخصوص تلامذہ وجیہ الدین سے رضائے مولیٰ ۱ھ کی دُعا کا طالب ہوں۔

اشرف علی عفی عنہ

۵ صفر ۱۳۳۳ھ

کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادوں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے جلیل القدر استاد ہوئے ہیں (مناھل العرفان ج۱ ص ۴۵۱ '۸۲) برصغیر میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے مشہور شیخ طریقت حضرت مولانا شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۳ جمادی الآخرہ ۹۴۴ھ ۱۵۳۷ء) کے اولاد و خاندان قدوسی کہلاتے ہیں انہیں نیک بزرگوں کی فرمائش پر حضرت مؤلف نے تجوید میں یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا قدوسیوں سے یہی حضرات مراد ہیں ۱۲ مرتب کے توقیم محمد رمضان بھی جملہ ناظرین سے بالعموم اور معلمین و متعلمین ودیگر خدام قرآن سے بالخصوص فلاح دارین اور حسن خاتمہ کی دعا کا طالب ہے نیز استاذ القراء حضرۃ قاری عبدالمالک صاحب شیخ التجوید والقراءت حضرت مولانا قاری سید حسن شاہ صاحب بخاری نور اللہ مرقدہ و حضرت قاری صاحب کی اہلیہ محترمہ اور آپ کی جملہ نیک و صالح اولاد کو اپنی نیک دعاؤں میں شامل فرمالیں۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَارْحَمْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

تَمَّتْ بِالْخَیْر

رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز منگل بوقت ۲ بج کر پانچ منٹ مطابق ۱۰ دسمبر ۲۰۰۰ء